ردِّ روافض

تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر محب رسول قادری بدایونی

ترتیب

حضرت شاہ سید حسین حیدر حسینی برکاتی، مارہروی

ترجمہ وترتیب جدید

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

ردِّ روافض

تاج الفحول مولانا شاہ **عبدالقادر** محبّ رسول قادری بدایونی

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

سلسلۂ مطبوعات (۳۹)

Radd-E-Rawafiz

By : Maulana Shah Abdul Qadir Qadri Budauni

عنوان کتاب : ردِّ روافض
تالیف : تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر قادری بدایونی
ترتیب : حضرت شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی
ترجمہ : مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری
طبع جدید : ۲۰۰۹ء/۱۴۳۰ھ
قیمت :

رابطے کے لئے

Madrsa Alia Qadria, Maulvi Mohalla,
Budaun-243601 (U.P.) India
Phone : 0091-9358563720

Distributor	*Publisher*
Maktaba Jam-e-Noor 422, Matia Mahal, Jama Masjid, Delhi-6	**Tajul Fahool Academy** Budaun

انتساب

مرتب کتاب کے پوتے

سید العلماء حضرت سید شاہ ابوالحسنین **آل مصطفیٰ** قادری برکاتی

ولادت ۱۳۳۳ھ/ وفات ۱۳۹۴ھ

اور

احسن العلماء حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر **حسن میاں** قادری برکاتی

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما)

ولادت ۱۳۴۵ھ/ وفات ۱۴۱۶ھ

کے نام

اسید الحق قادری

جشن زریں

رنگ گردوں کا ذرا دیکھ تو عنابی ہے   یہ نکلتے ہوئے سورج کی افق تابی ہے

مارچ ۲۰۱۰ء میں تاجدار اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری (زیب سجادہ خانقاہ قادریہ بدایوں شریف) کے عہد سجادگی کو پچاس سال مکمل ہونے جا رہے ہیں، ان پچاس برسوں میں اپنے اکابر کے مسلک پر مضبوطی سے قائم رہتے ہوئے رشد و ہدایت، اصلاح و ارشاد، وابستگان کی دینی اور روحانی تربیت اور سلسلۂ قادریہ کے فروغ کے لئے آپ کی جد و جہد اور خدمات محتاج بیان نہیں، آپ کے عہد سجادگی میں خانقاہ قادریہ نے تبلیغی، اشاعتی اور تعمیری میدانوں میں نمایاں ترقی کی، مدرسہ قادریہ کی نشاۃ ثانیہ، کتب خانہ قادریہ کی جدید کاری، مدرسہ قادریہ اور خانقاہ قادریہ میں جدید عمارتوں کی تعمیر، یہ سب ایسی نمایاں خدمات ہیں جو خانقاہ قادریہ کی تاریخ کا ایک روشن اور تابناک باب ہیں۔

بعض وابستگان سلسلہ قادریہ نے خواہش ظاہر کی کہ اس موقع پر نہایت تزک و احتشام سے ’’پچاس سالہ جشن‘‘ منایا جائے، لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری (ولی عہد خانقاہ قادریہ بدایوں) نے فرمایا کہ ’’اس جشن کو ہم ’جشن اشاعت‘ کے طور پر منائیں گے۔ اس موقع پر اکابر خانوادۂ قادریہ اور علماء مدرسہ قادریہ کی پچاس کتابیں جدید آب و تاب اور موجودہ تحقیقی و اشاعتی معیار کے مطابق شائع کی جائیں گی، تاکہ یہ ’پچاس سالہ جشن‘ یادگار بن جائے اور آستانہ قادریہ کی اشاعتی خدمات کی تاریخ میں یہ جشن ایک سنگ میل ثابت ہو‘‘۔ لہٰذا حضور صاحب سجادہ کی اجازت و سرپرستی اور صاحبزادۂ گرامی کی نگرانی میں تاریخ ساز اشاعتی منصوبہ ترتیب دیا گیا اور اللہ کے بھروسے پر کام کا آغاز کر دیا گیا، اس اشاعتی منصوبے کے تحت گزشتہ ڈیڑھ سال کے عرصہ میں ۲۷ کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں، اب تاج الفحول اکیڈمی مزید ۸؍ کتابیں منظر عام پر لا رہی ہے، زیر نظر کتاب اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ حضرت صاحب سجادہ (خانقاہ قادریہ بدایوں) کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، آپ کا سایہ ہم وابستگان کے سر پر تا دیر قائم رکھے۔ تاج الفحول اکیڈمی کے اس اشاعتی منصوبے کو بحسن و خوبی پایۂ تکمیل کو پہنچائے اور ہمیں خدمت دین کا مزید حوصلہ اور توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عبدالقیوم قادری
جنرل سکریٹری تاج الفحول اکیڈمی
خادم خانقاہ قادریہ بدایوں شریف

ترتیب

عنوان **صفحہ**

ابتدائیہ ۹

۱۔ **رسالہ رد روافض** ۱۳

تمہید از مرتب ۱۴

سوال بخدمت علماء اعلام ۱۵

جواب از تاج الفحول ۱۵

تصدیقات علماء بدایوں ۱۶

تصدیقات علماء بریلی ۱۶

تصدیقات علماء مرادآباد ۱۷

تصدیقات علماء رامپور ۱۷

تصدیقات علماء لکھنؤ ۱۸

کتب معتبرہ کی عبارتیں ۲۴

تعزیہ داری کے متعلق فتویٰ ۳۷

مجلس مرثیہ خوانی کے متعلق فتویٰ ۴۰

۲۔ **تکملہ رد روافض** ۴۳

تمہید از مرتب ۴۴

سوالات از شیعہ مجتہد

سوال(۱) کیا سیدہ عائشہ کا قذف صحیح ہے؟ ۴۵

سوال(۲) کیا اہل بیت انبیاء سے بھی افضل ہیں؟ ۴۶

سوال(۳) کیا رسول خدا ﷺ سے تقیہ ثابت ہے؟ ۴۷

سوال(۴) کیا ائمہ اہل بیت پر صحائف کا نزول ہوا تھا؟ ۴۷

سوال(۵) مسئلہ بدأ صحیح ہے یا نہیں؟ ۴۸

سوال(۶) صدیق اکبر کی صحابیت ثابت ہے یا نہیں؟ ۴۸

سوال(۷) کیا قرآن میں تحریف ثابت ہے؟ ۴۸

سوال(۸) اہل سنت شیعہ علماء کے نزدیک کافر ہیں یا مسلمان؟ ۴۹

سوال از علماء اہل سنت ۵۲

جواب از علماء اہل سنت ۵۲

جواب(۱) ۵۲

جواب(۲) ۵۲

جواب(۳) ۵۳

جواب(۴) ۵۳

جواب(۵) ۵۳

جواب(۶) ۵۴

جواب(۷) ۵۴

تنبیہ ۵۶

۳۔ **اظہار الحق** ۵۷

تمہید از مرتب ۵۸

شیعہ مجتہد کا فتویٰ ۵۸

سوال از علماء اہل سنت ۶۰
جواب از علماء اہل سنت ۶۰
۴۔ **رسالہ تصحیح العقیدہ** ۶۳
سبب تالیف ۶۴
استفتاء ۶۵
الجواب ۶۵
محاربین کے تین گروہ ۶۵
صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق ۶۶
ائمہ دین کے اقوال ۶۶
دونوں گروہ مسلمان تھے ۸۲
حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجہ ۸۳
حضرت معاویہ کے لئے دعا ۸۴
صحابی کا مرتبہ ۸۴
قطعیت اور ظنیت میں فرق ۸۴
خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟ ۸۶
خلافت حضرت معاویہ ۸۸
خون بہا میں تاخیر کا سبب ۹۱
اختلافِ صحابہ ۹۱
امام غزالی کا نقطۂ نظر ۱۰۱
عمر بن عبدالعزیز کا خواب ۱۰۲
ایک شبہ کا ازالہ ۱۰۳
مولانا جامی پر اعتراض ۱۰۶

امام شعبی پر اعتراض کا جواب ۱۰۷
حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے ۱۰۸
مشاجراتِ صحابہ میں سکوت کا حکم ۱۰۹
لعنتِ یزید ۱۱۰
آخری گذارش ۱۱۰
تصدیقات علماء بدایوں ۱۱۲
مکتوب بنام تاج الفحول از حافظ غلام حسین گلشن آبادی ۱۱۳
جواب مکتوب از تاج الفحول ۱۱۴

☆☆☆

ابتدائیہ

تاج الفحول اکیڈمی اپنے اشاعتی منصوبے کے تیسرے مرحلہ میں حضرت تاج الفحول کے رسائل کا یہ مجموعہ پیش کرتے ہوئے فخر ومسرت محسوس کررہی ہے۔ گزشتہ مرحلہ میں تاج الفحول کے عربی رسالے **مناصحة فی تحقیق مسائل المصافحه** اور **الکلام السدید فی تحریر الاسانید** ترجمہ اور ضروری حواشی کے ساتھ منظر عام پر آچکے ہیں۔

آئندہ مرحلے میں اشاعت کے لئے تاج الفحول کے دو رسالے احسن الکلام فی تحقیق عقائد الاسلام (عربی) اور تحفۂ فیض (فارسی) اکیڈمی کے منصوبے میں شامل ہیں۔ رب مقتدر کا فضل شامل حال رہا تو بہت جلد یہ دونوں رسائل بھی آپ کے ہاتھوں میں ہوں گے (انشاء اللہ)۔

زیر نظر مجموعہ ۴؍رسائل پر مشتمل ہے، یہ چاروں رسائل حضرت تاج الفحول کے شاگرد رشید اور خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے جلیل القدر فرزند حضرت مولانا سید شاہ حسین حیدر حسینی برکاتی مارہروی قدس سرہ کے سوال کے جواب میں تصنیف کئے گئے اور پھر آپ ہی نے ان کو مرتب کر کے شائع کروایا۔

حضرت سید حسین حیدر حسینی میاں برکاتی مارہروی (ابن سید محمد حیدر ابن سید دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین) خانوادۂ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے چشم وچراغ تھے، جید عالم، واعظ شیریں بیان، پاکیزہ فکر شاعر، مصنف، اور اپنے خانوادے کی روحانی روایات کے امین ووارث تھے، آپ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، تاجدار مارہرہ

سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور برادر نسبتی تھے، سید شاہ آل عبا بشیر حیدر مارہروی کے والد ماجد اور حضرت سید العلما و حضرت احسن العلما کے حقیقی دادا تھے، آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ قادریہ بدایوں شریف میں حضرت تاج الفحول کے زیر سایہ ہوئی، اپنے نانا حضرت خاتم الاکابر کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت سے نوازے گئے، آپ کا وصال مارہرہ مطہرہ میں ہوا، درگاہ برکاتیہ مارہرہ شریف میں بیرون قبہ چبوترے پر آخری آرام گاہ ہے۔ (تاریخ خاندان برکات و مدائح حضور نور)

آپ کے پر پوتے حضرت سید اشرف میاں برکاتی کے بقول ”آپ خاندان برکات کے پہلے شخص تھے جنہوں نے منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنا شروع کیا، اس سے پہلے احباب کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے انداز میں وعظ و تلقین کا رواج تھا“ (اہل سنت کی آواز مارہرہ جلد ۶ ص ۲۲۸، اکتوبر ۱۹۹۹)

سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی کے وصال پر آپ نے فارسی اور اردو میں تاریخی قطعات نظم کیے جو طوالع الانوار میں شائع ہو چکے ہیں (دیکھیے: طوالع الانوار: مولانا انوار الحق عثمانی، ص ۹۲، تاج الفحول اکیڈمی بدایوں، تسہیل و ترتیب از راقم الحروف)

اپنے استاذ حضرت تاج الفحول سے خاص عقیدت و محبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ جب مسئلہ میلاد و قیام کے سلسلے میں مولانا بشیر الدین قنوجی نے تاج الفحول کے رسالہ ”سیف الاسلام“ کا رد ”مطرقۃ الاسلام“ کے نام سے لکھا تو حضرت حسین حیدر صاحب نے قنوجی صاحب کے جواب میں ”صمصام الاسلا“ لکھی، اور اپنے استاذ کی طرف سے دفاع کا حق ادا کر دیا، اس عقیدت و محبت کی وجہ نسبت تلمذ کے علاوہ شاید یہ بھی تھی کہ آپ کے نانا اور پیر و مرشد حضرت خاتم الاکابر نے اپنے اخلاف کو وصیت فرمائی تھی کہ دینی معاملات میں حضرت تاج الفحول سے مشورہ کریں اور ان کی رائے پر اعتماد کریں (سراج العوارف ص ۶۹، تذکرۂ نوری ص ۱۲۹) آپ اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا رہے، روافض کے عقائد اور ان سے متعلق دیگر معاملات کے سلسلہ میں جب آپ کو حکم شرعی دریافت کرنا ہوا تو آپ نے حضرت تاج الفحول سے رجوع کیا، جس کے نتیجے میں یہ چاروں زیر نظر

رسائل منظر عام پر آئے۔ رسائل کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے۔

۱۔ **رد روافض** (تاریخی نام ۱۲۹۱ھ) - یہ رسالہ تین سوالات پر مشتمل ہے: (۱) روافض کی اقتداء اور ان سے نکاح کا حکم، (۲) تعزیہ داری کا شرعی حکم، (۳) مجالس مرثیہ خوانی کا شرعی حکم۔ یہ تینوں سوالات حضرت سید حسین حیدر مارہروی قدس سرہ نے تاج الفحول کی خدمت میں پیش کئے، آپ نے ان کا جواب تحریر فرمایا، پھر پہلے والے سوال و جواب پر معاصر علماء سے تصدیقات حاصل کیں، تصدیق کرنے والوں میں بدایوں، بریلی رامپور، مراد آباد اور فرنگی محل کے سرکردہ علماء شامل ہیں۔

پھر آپ نے کتابوں کی وہ عبارتیں جمع کیں جن کی طرف جواب میں اشارہ کیا گیا تھا اور اس تمام مواد کو ترتیب دے کر شائع کروادیا۔ یہ رسالہ ۱۲۹۱ھ مطابق ۱۸۷۵ء کو مطبع صبح صادق سیتا پور سے شائع ہوا۔

۲۔ **تکملہ رد روافض** - حضرت سید حسین حیدر صاحب نے مختلف فیہ مسائل سے متعلق ۸/ سوالات مرتب کر کے ایک شیعہ مجتہد سید علی محمد کے پاس بھیجے، پھر ان کے جوابات کو تاج الفحول کی خدمت میں بھیج کر یہ دریافت کیا کہ ایسے عقائد رکھنے والے کا کیا حکم ہے؟ یہ رسالہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۶ء کو مطبع صبح صادق سیتا پور سے شائع ہوا۔

۳۔ **اظہار الحق** - اس مختصر رسالہ میں آپ نے چار سوال مرتب کر کے پہلے ایک شیعہ مجتہد میر آغا کے پاس بھیجے پھر ان کے جوابات کو تاج الفحول کی خدمت میں ارسال کر کے حکم شرع دریافت کیا۔ یہ رسالہ جمادی الثانی ۱۲۹۳ھ مطابق جولائی ۱۸۷۶ء کو مطبع صبح صادق سیتا پور سے شائع ہوا۔

یہ تینوں رسائل فارسی میں ہیں ان کا اردو ترجمہ اس بے بضاعت راقم الحروف نے کیا ہے-

۴۔ **تصحیح العقیدة فی باب امیر معاویة** - یہ رسالہ فارسی میں محاربین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تصنیف کیا گیا، اس کو بھی سید شاہ حسین حیدر صاحب برکاتی مارہروی نے ترتیب دے کر شائع کروایا، پہلی مرتبہ یہ رسالہ مطبع

ماہتاب ہند میرٹھ سے مارچ ۱۸۷۶ء میں شائع ہوا۔

پاکستان کے حضرت علامہ شاہ حسین گردیزی صاحب نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور ''اختلاف علی و معاویہ'' کے نام سے محدث سورتی اکیڈمی کراچی نے شائع کیا۔

۱۹۹۸ء میں تاج الفحول اکیڈمی بدایوں نے اس کو دوبارہ شائع کیا اور اب تیسری مرتبہ اس کو مجموعہ رسائل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ علامہ گردیزی صاحب نے طوالت کے خوف سے رسالہ میں موجود عربی، فارسی عبارتیں درج نہیں کی تھیں صرف ان کے ترجمہ پر اکتفا کیا تھا، اب اس جدید اشاعت میں عربی، فارسی عبارتیں بھی درج کر دی گئیں ہیں اور ترجمہ پر بھی نظر ثانی کر لی گئی ہے۔

چونکہ یہ چاروں رسائل خانوادۂ برکاتیہ کے ایک چشم و چراغ کے ترتیب کردہ ہیں اس لئے اس مجموعہ کا انتساب بھی انھیں کے خانوادے کی دو عظیم المرتبت ہستیوں کی طرف کرنا زیادہ مناسب تھا۔

رب قدیر و مقتدر سے دعا ہے کہ ان رسائل کو مفید و نافع اور تاریک دلوں کے لیے نور ہدایت کا سامان بنائے۔ ترجمہ و ترتیب میں مجھ سے جو کوتاہیاں ہوئی ہوں رب قدیر ان کی پردہ پوشی فرما کر مجھے اصلاح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

۲۳؍ربیع الثانی ۱۴۳۰ھ   اسید الحق قادری
۲۰؍اپریل ۲۰۰۹ء   مدرسہ قادریہ بدایوں

☆☆☆

ردروافض

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ.

الحمد للّٰہ العلی الاکبر والصلاۃ والسلام علی صاحب الفضل الابین والکمال الاظھر سیدنا و مولانا محمد ن الشافع المشفع المبعوث إلی الاسود والاحمر وعلی آل بیتہ الاطھر خصوصاً علی سبطیہ الاکبر والاصغر واصحابہ اھل القدر الاشھر سیما خلیفتہٗ وصاحبہ الصدیق الاکبر الذی ھو بعد الانبیاء افضل البشر ومشیرہ الفاروق الاعظم المزین للمحراب والمنبر ورفیقہٖ ذی النورین الذی یدخل الجنۃ سبعون الفاً بشفاعتہٖ بغیر حساب کما ثبت فی الخبر، واخیہ اسداللّٰہ الغالب الملقب بالحیدر القالع لباب الخیبر صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ و علیھم ما طلع الشمس والقمر وسلم علیہ وعلیھم بعدد قطرات المطر وذرات المدر

امابعد

حقیر فقیر سید حسین حیدر مارہروی غفراللہ لہ اہل اسلام کی خدمت میں التماس کرتا ہے کہ اس زمانے میں (۱۲۹۱ھ میں) ہمارے یہاں کے اکثر قصبات اور دیہات میں روافض اور شیعوں سے رشتہ داری قائم کرنے اور مناکحت وغیرہ کرنے کا عام رواج ہو گیا ہے اور اس فرقے سے میل جول کی وجہ سے بہت سے لوگ راہ راست سے بھٹک رہے ہیں۔ لہٰذا میں نے اس سلسلہ میں ایک سوال مرتب کیا اور اس کو مشہور علماء اہل سنت کی بارگاہ میں پیش کیا، الحمد للہ علماء نے جواب عنایت فرما کر مجھ حقیر کو ممنون فرمایا۔ چونکہ علماء نے بعض جوابات میں صرف حوالہ کتب پر اکتفا کیا تھا اس لئے لوگوں کے اطمینان کے لئے میں نے وہ عبارتیں بھی درج کر دی ہیں، اب اس رسالہ کا نام ''ردروافض'' رکھتا ہوں، یہ اس کا تاریخی نام ہے جس سے سنہ تالیف ۱۲۹۱ھ برآمد ہوتا ہے۔

سوال بخدمت علمائے اعلام وفضلائے کرام

جمہور اہل سنت کے نزدیک روافض اپنے مسلمہ عقائد کی بنیاد پر مسلمان ہیں یا کافر؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنے اور ان سے نکاح کرنے کا کیا حکم ہے؟ بینوا وتوجروا۔

الجواب وھو الموفق للصواب - روافض اکثر عقائد میں آپس میں اختلاف رکھتے ہیں، لہٰذا اسلام وکفر کی رو سے ان کا حکم بھی مختلف ہوگا، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی رافضی ائمہ اہل بیت نبویہ (علیہم الثناء والتحیۃ) کو انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی پر فضیلت دیتا ہے تو جمہور اہل سنت کے مذہب پر وہ یقیناً کافر ہے، اس کی اقتداء میں نماز اور اس سے رشتہ مناکحت حرام محض ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حضرت خیر الانام (علیہ الف الف تحیۃ والصلاۃ والسلام) کی جانب اس بات کی نسبت کو جائز رکھے کہ آپ نے (معاذ اللہ) تبلیغ اسلام میں سستی یا تقیہ سے کام لیا تو وہ بھی بہرحال کافر ہے۔ یوں ہی جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد اہل بیت پر نزول وحی کا اعتقاد رکھے وہ بھی کافر ہے، اسی طرح جو شخص قرآن کریم کو تحریف شدہ مانے اور یہ کہے کہ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ کے بعد اپنی جانب سے قرآن کریم میں تحریف اور تبدیلی کر لی تھی وہ بھی کافر ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ ضروریات دین کا منکر مطلقاً کافر ہے اور صرف کلمہ توحید و رسالت پڑھنے اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے سے آدمی مسلمانوں کے زمرے میں داخل نہیں ہوسکتا اگر وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا انکار کر رہا ہے، روافض میں سے جو لوگ ضروریات دین کا انکار نہیں کرتے ہاں البتہ دوسرے اصول عقائد میں اختلاف رکھتے ہیں، مثلاً خلفاء ثلاثہ کی خلافت کے حق ہونے کا انکار یا اِن پیشوایان دین پر تبرا اور لعن طعن کرنا وغیرہ تو ایسے لوگوں کے حکم کفر میں اختلاف ہے۔ بہت سے فقہا نے ان پر حکم کفر لگایا ہے، مگر تحقیق یہ ہے کہ ایسے لوگ کافر نہیں بلکہ مبتدع ہیں، محققین متکلمین نے یہی قول اختیار فرمایا ہے۔

روافض میں سے وہ لوگ جو جملہ اصول عقائد میں اہل سنت جماعت کے موافق ہیں بس

صرف چند مسائل فرعیہ میں اختلاف رکھتے ہیں، مثال کے طور پر یہ لوگ جناب مرتضوی کو قرب الٰہی اور کثرت ثواب میں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے افضل مانتے ہیں پس ایسے لوگ بالاجماع کافر نہیں ہیں، البتہ جمہور کی مخالفت کی وجہ سے خاطی اور گناہگار ہیں، ان آخری دو قسموں کا حکم یہ ہے کہ منکرین خلافت خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تحریمی ہے اور بعض علماء نے احتیاطاً بطلان کا حکم بھی دیا ہے اور دوسرے والے شخص (یعنی جو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقرب رب اور کثرت ثواب میں افضل مانتا ہو) کی اقتداء میں نماز اور ان سے مناکحت مکروہ تنزیہی ہے۔ قاضی عیاض کی شفاء، ملا علی قاری اور خفاجی کی شروحات، حاشیہ شامی اور شرح فقہ اکبر وغیرہ سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے۔

والعلم عنداللہ العلی الاکبر

کتبہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محبّ رسول
ابن مولانا فضل رسول الحنفی القادری البدایونی

تصدیقات علماء بدایوں

الجواب صحیح: (۱) نور احمد بدایونی (۲) اعجاز احمد (۳) جمیل الدین بدایونی (۴) سدید الدین بدایونی (۵) فصیح الدین بدایونی (۶) محبّ احمد قادری (۷) فضل مجید فاروقی (۸) علی اسد بدایونی (۹) غلام غوث غوثی عباسی۔

تصدیقات علماء بریلی

هوالصواب	الجواب صحیح	صح الجواب	الجواب صحیح
محمد ہدایت علی عفی عنہ	محمد نقی علی خاں	احمد رضا خاں	محمد احسن صدیقی

تصدیق از مراد آباد

ھٰذا الجواب صحیح اس کی موئیدوہ عبارت ہے جو ردالمحتار میں مرقوم ہے:

ولھٰذا یظھر ان الرافضی ان کان ممن یعتقد الالوھیة فی علی او ان جبریل غلط فی الوحی او کان ینکر صحبة الصدیق او یقذف السیده الصدیقة فھو کافر لمخالفة القواطع المعلومة من الدین بالضرورة بخلاف ما اذا کان یفضل علیاً او یسب الصحابة فانه مبتدع لا کافر.

ترجمہ: اسی سے ظاہر ہو گیا کہ اگر رافضی ان لوگوں میں سے ہے جو حضرت علی کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں یا یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ حضرت جبریل نے وحی لانے میں غلطی کر دی یا صدیق اکبر کی صحبت کے منکر ہوں یا حضرت سیدہ عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگائیں ایسا شخص کافر ہے، ضروریات دین کی مخالفت کی وجہ سے برخلاف اس کے کہ کوئی حضرت علی کو افضل مانے یا صحابہ کو سب وشتم کرے تو وہ مبتدع ہے کافر نہیں۔

فقط محمد عالم علی مرادآبادی عفی عنہ

تصدیقات علماء رامپور

بلاشبہ وہ رافضی جو ضروریات دین کا منکر ہے وہ کافر ہے اور حضرت صدیق اکبر کی خلافت کا منکر بھی کافر ہے جیسا کہ ابن ہمام کی تحریر اور نور الانوار سے سمجھ میں آ رہا ہے۔

فقط محمد ارشا حسین مجددی عفی عنہ

دستخط: علاء الدین احمد احمدی، محی الدین محمد عبدالقادر احمدی، محمد عبدالقادر۔

تصدیقات علماء لکھنؤ

اصاب من اجاب فی الواقع جو روافض ضروریات دین کے منکر ہیں وہ کافر ہیں اور جو ایسے نہیں ہیں وہ فاسق ہیں، ابوشکور سالمی تمہید میں لکھتے ہیں:

> کلام الروافض مختلف فبعضه یکون کفراً وبعضه لا، فلوقال ان علیاً کان الٰهاً نزل من السماء کفر، ولوقال ان النبوة کانت لعلی وجبریل اخطاء کفر، ومنهم من قال ان علیا افضل من رسول الله ﷺ فهٰذا کله کفر، واما الذی یکون بدعة ولایکون کفر فهو قولهم ان علیاً افضل من الشیخین ومنهم من قال یجب اللعن علی من خالف علیاً و هٰذا کله وما یشبه بدعة لیس بکفر لانه صادر عن تاویل.
>
> (ترجمہ:) رافضیوں کے اقوال مختلف ہیں، ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض نہیں، اگر کسی نے کہا کہ حضرت علی اللہ تھے آسمان سے نازل ہوئے تھے تو وہ کافر ہے، اگر کہا کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی حضرت جبریل نے غلطی کر دی تو وہ بھی کافر ہے۔ روافض میں سے بعض کہتے ہیں کہ حضرت علی رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہیں تو یہ ساری باتیں کفر ہیں اور وہ اقوال جو بدعت ہیں کفر نہیں ہیں تو ان میں سے رافضیوں کا یہ قول کہ حضرت علی شیخین سے افضل ہیں، ان میں سے بعض کہتے ہیں جس شخص نے بھی علی کی مخالفت کی اس پر لعنت کرنا واجب ہے۔ یہ اور اس طرح کی دوسری باتیں بدعت ہیں کفر نہیں کیونکہ یہ تاویل سے صادر ہیں۔

واللّٰه اعلم حرره الراجی عفو ربه القوی **ابوالحسنات محمد عبدالحی** تجاوز الله عن ذنبه الجلی والخفی.

ھوالمصوب۔ صاحب بحرالرائق شرح کنزالدقائق فرماتے ہیں:

فاولی ماذکرہ فی باب البغاۃ ان ھٰذا الفروع المنقولۃ فی الفتاویٰ من التکفیر لم تنقل عن الفقھاء ای المجتھدین وانما المنقولۃ عنھم عدم تکفیر من کان من قبلتنا حتی لم یحکموا بتکفیر الخوارج الذین یستحلون دماء المسلمین و اموالھم و سب اصحاب النبی ﷺ لکونہ عن تاویل و شبھۃ ولا عبرۃ بغیر المجتھدین وذکر فی المسائرۃ ان ظاھر قول الشافعی وابی حنیفۃ انہ لا یکفر احد منھم وان رویٰ عن ابی حنیفۃ انہ قال لجحم اخرج عنی یا کافر حملاً علی السبیۃ وھو مختار الرازی وذکر فی شرحھا للکمال ابن ابی شریف ان عدم تکفیرھم ھو المنقول عن جمھور المتکلمین والفقھاء فان الشیخ ابا الحسن الاشعری قال فی کتاب مقالات الاسلامیین اختلف المسلمون بعد النبی ﷺ فی اشیاء ضلل بعضھم بعضاً وتبرأ بعضھم عن بعضٍ فصاروا فرقاً متبائنین الا ان الاسلام لجمعھم ویعمھم.

بہتر وہ ہے جو انھوں نے باب البغاۃ میں ذکر کیا ہے کہ تکفیر کے سلسلہ میں فتاویٰ میں جو فروع منقول ہیں وہ فقہا یعنی مجتہدین سے منقول نہیں ہیں بلکہ مجتہدین سے تو اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا منقول ہے، یہاں تک کہ ان مجتہدین نے ان خوارج پر بھی حکم کفر نہیں لگایا ہے جو مسلمانوں کے جان و مال کو حلال سمجھتے ہیں اور اصحاب نبی کو سب وشتم کرتے ہیں، (مجتہدین کے تکفیر نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ) یہ باتیں تاویل اور شبہہ کی بنیاد پر ہیں اور غیر مجتہدین کا اعتبار نہیں۔

مسائرہ میں ہے کہ امام شافعی اور ابو حنیفہ کے قول کا ظاہر یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اگر چہ امام ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ انھوں نے جہم بن صفوان کو ’’یا کافر‘‘ کہہ کر مخاطب کیا تھا لیکن اس کو سب و شتم پر محمول کیا جاتا ہے اور یہی امام رازی کا مختار ہے۔

مسائرہ کی شرح میں کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنا ہی جمہور متکلمین و فقہا سے منقول ہے، اس لئے کہ شیخ ابو الحسن اشعری اپنی کتاب مقالات الاسلامیین میں فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد لوگوں کے درمیان بے شمار چیزوں میں اختلاف ہو گیا، بعض نے بعض کو گمراہ قرار دیا اور بعض نے بعض سے برأت ظاہر کی، تو یہ الگ الگ فرقوں میں تقسیم ہو گئے ہاں مگر اسلام ان سب کو جامع اور عام ہے‘‘۔

حضرت ملک العلماء مولانا بحر العلوم علیہ الرحمۃ ’’رسائل ارکان‘‘ میں ارشاد فرماتے ہیں:

اعلم ان المبتدع الذی یصلی إلى القبلة لم یحکم الائمة الاربعة بکفرهم وماروی عن الامام ابی حنیفة من قال بخلق القرآن فهو کافر فاطلاق الکافر من الکفران ای کافر النعمة لا من الکفر الذی هو مقابل الایمان لکن المبتدع الذی یحرز المصلی خلفه ثواب الجماعة لکن یکره عند وجود غیر المبتدع مبتدع لم یصل بدعة إلى ان یصلی عند کونه اماماً للسنی بلانیة اویلعن فی الصلاة علیه اوعلی مقتداهم اویصلی بلا طهارة للتعنت او کان فی وضوئهٖ وتغسلهٖ شبهة واما هٰذا المبتدع فلا یجوز الصلوٰة خلفه البتة وماروی عن الامامین ابی حنیفة والشافعی فساد الصلوٰة خلف الشیعة فالمراد بالشیعة من کان دیدنهم السب وکان فی ادعیة

الصلوتية سب الصحابة الاخيار ولا يرون الامامة فى الصلوٰة جائزه ولا شک فى فساد الصلوٰة خلف هٰذه الفئة من الشيعة واما الشيعة الذين يفضلون علياً على الشيخين ولا يطعنون فيها اصلاً كالزية فيجوز خلفهم الصلوٰة لكن يكره كراهة شديدة.

جاننا چاہیے کہ وہ مبتدع جو قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتا ہو ائمہ اربعہ نے اس کی تکفیر کا حکم نہیں دیا اور وہ جو امام ابوحنیفہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ’’جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ کافر ہے‘‘ تو یہاں کافر کفران سے ہے یعنی وہ شخص نعمت کا ناشکرا ہے، اس میں کافر اس کفر سے مشتق نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے، رہا وہ مبتدع جس کے پیچھے نماز پڑھنے والا جماعت کا ثواب حاصل کرتا ہے، لیکن غیر مبتدع کی موجودگی میں اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے وہ ایسا مبتدع ہے کہ اس کی بدعت اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ جب وہ کسی سنی کا امام بنے تو بغیر نیت کے نماز پڑھا دے، یا نماز میں سنی پر یا اس کے مقتدیٔ پر لعنت کرے، ضد میں بغیر طہارت کے نماز پڑھا دے، یا اس کے وضو یا غسل (کی صحت) میں شبہ ہو، کیونکہ ایسے مبتدع کی اقتداء میں بہر حال نماز جائز نہیں ہے اور امام ابو حنیفہ اور شافعی سے یہ جو مروی ہے کہ ’’شیعہ کے پیچھے نماز فاسد ہے‘‘ تو اس قول میں شیعہ سے وہ شیعہ مراد ہے کہ صحابہ پر سب وشتم کرنا جس کی عادت میں شامل ہو اور جن کی نماز کی دعاؤں میں صحابۂ اخیار پر سب وشتم شامل ہو، اور امامت کو نماز میں جائز نہ سمجھتے ہوں، اس قسم کے شیعوں کے پیچھے نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک نہیں ہے، رہے وہ شیعہ جو صرف حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دیتے ہوں اور ان حضرات پر طعن نہ کرتے

ہوں جیسے زیدیہ وغیرہ تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن مکروہ بکراہت شدیدہ ہے''۔

حضرت بحرالعلوم شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

وازیں جہت کہ مستحل ذنب کافرست بعض متاخرین تکفیر امامیہ می کنند چہ آنہا سب شیخین حلال میدانند و نیز خلافت صدیق را کہ باجماع ثابت است انکار می کنند، وشیخ ابن ہمام گفتہ درشرح ھدایہ درباب امامت کہ امام ابوحنیفہ و امام شافعی نماز پس آنہا باطل میدانند واگر کافر نبودندے نزد آن امامین نماز باطل نبودے چہ نماز پس مبتدع صحیح است لیکن مکروہ، وصاحب بحر الرائق گفتہ کہ روایت از قدماء مروی نشدہ و ایں فقیر گوید کہ ظاہر قول صاحب بحر الرائق است، چہ روافض امامیہ سب را حلال نمیدانند باقیام دلیل، واوشان دلیل را قائم نمی دانند بلکہ ماول اند و اجماع را مسلم نمی دانند وماول کافر نمی شود چنانچہ بالا گزشتہ است و امامین ابوحنیفہ و شافعی تکفیر احدے از اہل قبلہ نمی کنند واوشاں بکفر کس نمی گویند، مگر آں کہ دلیل قطعی باشد چوں ابوجہل وابولہب وابلیس وابوطالب، ومراد امام از فاجر آں کس ست کہ مومن یقینی باشد مع ھذا فسقے کردہ باشد خواہ در اصول چوں زیدیہ و معتزلہ وخواہ در فروع چوں حجاج وغیرہ پس شیعہ خارج شدند و نماز پس ایشاں جائز نیست چہ آنہا مومن یقینی نیست اند، جابر ابن عبداللہ کہ صحابی کامل است می فرمایند کہ شیعہ کافراند پس عدم جواز نماز پس شیعہ بشبہ کفر ست نہ برائے کفر حقیقی پس مندفع شد استدلال ابن ہمام بتکفیر شیعہ۔

''گناہ کو حلال جاننے والا کافر ہے اسی وجہ سے بعض متاخرین نے امامیہ کی تکفیر کی ہے، کیونکہ یہ لوگ سب شیخین کو حلال جانتے ہیں اور خلافت صدیق کا جو کہ اجماع سے ثابت ہے انکار کرتے ہیں، شرح ہدایہ کے باب

امامت میں شیخ ابن ھمام نے فرمایا ہے کہ: ''امام ابوحنیفہ اور امام شافعی امامیہ کے پیچھے نماز کو باطل قرار دیتے ہیں اگر یہ لوگ کافر نہ ہوتے تو ان دونوں اماموں کے نزدیک ان کے پیچھے نماز باطل نہ ہوتی، اس لئے کہ مبتدع کے پیچھے نماز صحیح ہے مگر مکروہ ہے''۔ اور صاحب بحرالرائق نے فرمایا کہ ''اس بارے میں قدماء سے کوئی روایت مروی نہیں ہے''۔ یہ فقیر (یعنی بحرالعلوم مولانا عبدالعلی فرنگی محلی) کہتا ہے کہ صاحب بحرالرائق کا قول ظاہر ہے کیونکہ روافض امامیہ قیام دلیل کے ساتھ (سب وشتم کو) حلال نہیں جانتے اور یہ لوگ (سب وشتم کی حرمت پر) دلیل کو قائم ہی نہیں مانتے، بلکہ تاویل کرتے ہیں اور اجماع کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور تاویل کرنے والا کافر نہیں ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان گزر چکا اور دونوں امام ابو حنیفہ اور شافعی اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے اور یہ کسی کے کفر کے بارے میں (اس وقت تک) کچھ نہیں کہتے جب تک کہ دلیل قطعی موجود نہ ہو جیسے کہ ابوجہل، ابولہب، ابلیس اور ابوطالب وغیرہ اور فاجر سے امام کی مراد ایسا شخص ہے جو مومن یقینی ہو اس کے ساتھ ساتھ فسق بھی کرتا ہو یہ فسق خواہ اصول عقائد میں ہو جیسے زیدیہ اور معتزلہ خواہ فروع میں ہو جیسے حجاج وغیرہ پس شیعہ اس سے خارج ہو گئے اور ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ لوگ مومن یقینی نہیں ہیں۔ جابر بن عبداللہ جو کامل صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ شیعہ کافر ہیں۔ لہٰذا شیعہ کے پیچھے نماز کا عدم جواز کفر کے شبہ کی وجہ سے ہے نہ کہ کفر حقیقی کی بنیاد پر، اس سے ابن ہمام کا استدلال مندفع ہو گیا جو انھوں نے شیعوں کی تکفیر کے بارے میں کیا تھا''۔

واللہ اعلم

حررہ ابوالاحیا محمد نعیم فرنگی محلی عفی عنہ

کتب معتبرہ کی عبارتیں

اب اختصار کے ساتھ کتب معتبرہ کی عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن کا حوالہ پہلے سوال کے جواب میں مذکور ہے، امام قاضی عیاض شفاء میں فرماتے ہیں:

وکذلک من دان بالوحدانیة وصحت النبوة ونبوة نبینا علیه الصلوٰة والسلام ولکن جوز علی الانبیاء الکذب فیما اتوابه ادعی فی ذلک المصلحة بزعمهم اولم یدعها فهو کافر باجماع کالمتفلسفین وبعض الباطنیة، والروافض............ وکذلک من انکر القرآن اوحرفاً منه او غیر شیئاً منه اوزاد فیه کفعل الباطنیة والاسماعیلیة ...... وکذلک نقطع بتکفیر غلاة الرافضة فی قولهم ان الائمه افضل من الانبیاء.

''اسی طرح جو شخص وحدانیت، نبوت کی صحت اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کا اقرار کرے لیکن انبیاء علیہم السلام جو کچھ لائے ہیں اس کے بارے میں ان پر جھوٹ کو جائز رکھے خواہ کسی مصلحت کے دعوے کے ساتھ یا بغیر مصلحت کے تو وہ بالاجماع کافر ہے، جیسے فلاسفہ، بعض باطنیہ اور روافض............ اور اسی طرح جو شخص قرآن کا انکار کرے یا اس کے کسی حرف کا انکار کرے یا اس میں کچھ تبدیلی کرے یا کچھ زیادہ کرے جیسا کہ باطنیہ اور اسماعیلیہ وغیرہ نے کیا............ اور اسی طرح ہم قطعی طور پر غالی رافضیوں کی تکفیر کرتے ہیں ان کے اس قول کی وجہ سے کہ ائمہ انبیاء سے افضل ہیں''۔

قاضی عیاض شفاء میں مزید فرماتے ہیں:

وقد اجمع المسلمون ان القرآن المتلو فی جمیع اقطار

الارض المكتوب فى المصحف بايدى المسلمين مما جمعه الدفتان من اول الحمد لله رب العالمين الى آخر قل اعوذ برب الناس انه كلام الله تعالىٰ ووجه المنزل على نبيه محمد ﷺ وان جميع مافيه حق وان من نقص منه حرفاً قاصداً لذلک اوبدّله بحرف آخر مكانه اوزاد فيه حرفاً مما لم يشمل عليه المصحف الذى وقع عليه الاجماع واجمع على انه ليس من القرآن عامداً لكل هٰذا انه كافر ولهٰذا روى مالک قتل من سب عائشة بالغيرية لانه خالف القرآن ومن خالف القرآن قتل لانه كذب بما فيه.

ترجمہ: تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ قرآن جو تمام روئے زمین پر تلاوت کیا جاتا ہے، جو مصحف میں مسلمانوں کے ہاتھوں میں لکھا ہوا موجود ہے، الحمدللہ رب العالمین کے شروع سے لے کر قل اعوذ برب الناس کے ختم تک اللہ کا کلام ہے اور اس کے نبی محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے اور اس میں جو کچھ بھی ہے سب حق ہے، جس شخص نے قصداً اس کے کسی حرف میں کمی کی، یا اس کے کسی حرف کو دوسرے حرف سے بدل دیا، یا اس میں کسی ایسے حرف کو زیادہ کر دیا کہ اس مصحف میں شامل نہیں ہے جس پر اجماع واقع ہوا ہے اور اس پر بھی اجماع ہے کہ یہ (زیادہ کیا جانے والا) حرف قرآن میں سے نہیں ہے، تو قصداً ایسا کرنے والا شخص کافر ہے اسی لیے امام مالک نے حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کے قتل کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ اس نے قرآن کی مخالفت کی اور جس نے قرآن کی مخالفت کی قتل کیا جائے گا، کیونکہ قرآن کی مخالفت اس میں وارد احکام کی تکذیب ہے"۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

من آيات دالة على برائتها وانما اكتفٰى النبى ﷺ بحد القذف على قاذفيها لما صدر عنهم قبل براءة ساحتها فحينئذ لاوجه لتخصيص مالک فان اجماع العلماء على ذلک.

ترجمہ: ’’(یعنی یہ تکذیب) ان آیتوں کی ہے جو حضرت عائشہ کی برأت پر دلالت کر رہی ہیں، نبی کریم ﷺ نے آپ پر تہمت لگانے والے کو صرف حد قذف لگوائی (قتل نہیں کروایا) اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے یہ تہمت اس وقت لگائی تھی جب آپ کی برأت نازل نہیں ہوئی تھی، لہٰذا (حضرت عائشہ پر تہمت لگانے والے کی سزا قتل ہے) اس کی تخصیص صرف امام مالک کے ساتھ کرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اس پر علماء کا اجماع ہے۔

شفا اور شرح شفا میں مزید ہے کہ:

وكذلک نكفر من اعترف من اصول الصحيحة...... كاكثر الروافض القائلين بمشاركة على فى الرسالة للنبى ﷺ و بعده وكذلک كل امام عند هؤلاء يقوم مقامه فى النبوه والحجة.

ترجمہ: ’’اسی طرح ہم ہر اس شخص کی تکفیر کرتے ہیں جو اصول صحیحہ کا اعتراف تو کرتا ہو (مگر ضروریات دین میں سے کسی کا منکر ہو) جیسے اکثر روافض جو نبی کریم ﷺ کی رسالت میں حضرت علی کو شریک کرنے کے قائل ہیں، اسی طرح ان لوگوں کے نزدیک ان کے تمام ائمہ نبوت و حجت میں حضور ﷺ کے قائم مقام ہیں‘‘۔

قاضی عیاض شفاء میں اور ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

وسب آل نبى وازواجہ واصحابه عليه السلام وتنقيصهم

حرام...... ...... وقداختلف العلماء فی ھٰذا ای فی ساب الصحابة فمشھور مذھب مالک رحمه اللّٰه الموافق للجمھور .... وقال ای مالک ایضاً من شتم احد امن اصحاب النبی ﷺ ابابکرا وعمر اوعثمان او علیاً او معاویة او عمروبن العاص فان قال کانوا علی ضلال وکفر قتل وان شتم بغیر ھٰذا من مشاتمة الناس نکل نکالا شدیداً.

ترجمہ: ''نبی کریم ﷺ کی آل آپ کی ازواج اور آپ کے اصحاب کو سب و شتم کرنا اور ان کی تنقیص کرنا حرام ہے .... ایسے شخص (جس نے صحابہ کو سب وشتم کیا ہو) کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک کا مذہب جو جمہور کے موافق ہے مشہور ہے، امام مالک نے یہ بھی فرمایا کہ جس نے اصحاب نبی ﷺ میں سے کسی کو برا کہا مثلا ابوبکر، عمر، عثمان، علی، معاویہ، عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ تو اگر اس نے یہ کہا کہ یہ لوگ گمراہی یا کفر پر تھے تو وہ قتل کیا جائے گا اور اگر ایسے گالی گلوچ کی جیسے لوگوں سے کی جاتی ہے تو اس کو سخت سزا دی جائے گی''۔

غنية المستملی شرح منية المصلی کے باب امامت میں فرمایا:

ویکره تقدیم المبتدع ایضاً لانه فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف مابهٖ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیئاً بخلاف ما یعتقده اھل السنة والجماعة وانما یجوز الاقتدار بهٖ مع الکراھة اذالم یکن ما یعتقده یؤدی إلی الکفر عند اھل السنة اما لوکان مؤدیاً الی الکفر فلا یجوز اصلاً کالغلاة من الروافض الذین

يدعون الالوهية لعلى رضى اللّٰه تعالیٰ عنه او ان النبوة كانت له فغلط جبريل ونحو ذلک مما هو كفر وكذا من يقذف الصديقة اوينكر صحبة الصديق او خلافتهٖ وكالجهمية والقدرية والمشبهة القائلين بانه تعالیٰ جسم كالاجسام ومن ينكر الشفاعة اوالرؤية او عذاب القبر اوالكرام الكاتبين واما من يفضل علياً فحسب فهو من المبتدعة الذين يجوز الا قتداء بهم مع الكراهة وكذا من يقول انه تعالیٰ جسم لا كالاجسام وم قال انه تعالیٰ لا يرى لجلالتهٖ وعظمتهٖ، وروىٰ محمد عن ابى يوسف وابى حنيفة ان الصلوة خلف اهل الاهواء لا يجوز كانه بناء على ماعن ابى يوسف انه قال لا يجوز الا قتداء بالمتكلم وان تكلم بالحق، قال الهنداوى يجوز ان يكون مراده من يناظر فى دقائق علم الكلام وقال صاحب المجتبیٰ يجوز ان يريد الذى قرره ابو حنيفة حين راى ابنه حماد ان يناظر فى الكلام فنهاه فقال رايتک تناظر فيه فقال كنا نناظروكان على رؤسنا الطير مخافة ان يزل صاحبنا وانتم تناظرون وتريدون زلة صاحبكم ومن اراد زلة صاحبهٖ فقد اراد ان يكفر فهو قد كفر قبل صاحبهٖ وهٰذا المتكلم لا يجوزا لاقتداء بهٖ.

واعلم ان حكم بكفر من ذكرنا من اهل الاهواء ونحوهم مع ماثبت عن ابى حنيفة والشافعى من عدم تكفير اهل القبلة من المبتدعة كلهم محمله ان ذلک المعتقد نفسه كفر فالقائل به قائل بما هو كفر وان لم يكفر بناء علىٰ كون قولهٖ

ذلک عن استفراغ وسعہٖ مجتهداً فی طلب الحق لکن جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم لا يصح هٰذا لجمع الا ان يراد بعدم الجواز عدم الحل مع الصحة والافهو مشکل هٰکذاذکره الشيخ کمال الدين ابن همام وعلى هٰذا يجب ان يحمل المنقول على ماعدا غلاة الروافض فان امثالهم لم يحصل منهم يذل وسع فی الاجتهاد فان القول بان علياً هو الالٰه اوبان جبريل غلط ونحو ذلک من السخف انما هو متبع محض لهوا وهوا سواء حالاً ممن قال ما نعبدهم الا ليقربونا الى اللّٰه زلفٰی فلا يتاتی من مثل الامامين ان يحکم بانهم من اکفر الکفرة وانما کلامهما فی مثل من له شبهة فيما ذهب اليه وان کان ماذهب اليه عندالتحقيق فی حد ذاتہٖ کفراً کمنکرالرؤية وعذاب القبر ونحو ذلک فان فيه انکار حکم النصوص المشهورة والاجماع إلا ان لهم شبهة قياس الغائب على الشاهد ونحوذلک مما علم فی الکلام وکمنکر خلافة الشيخين والسب لهما فان فيه انکار حکم الاجماع القطعی الا انهم ينکرون حجة الاجماع باتهامهم الصحابة لکان لهم فی الجملة وان کانت ظاهر البطلان بالنظر الى الدليل فبسبب تلک الشبهة التی ادیٰ اليها اجتهادهم لم يحکم بکفرهم من ان معتقدهم کفر احتياطاً بخلاف ما ذکرنا من الصلوٰة فتامل.

ترجمہ: اور نماز کے لئے مبتدع کو بھی آگے کرنا مکروہ ہے، اس لئے کہ وہ عقیدے کے اعتبار سے فاسق ہے، یہ فاسق اس فاسق سے زیادہ شدید

ہے جو عمل کے اعتبار سے فاسق ہو، اس لئے کہ فاسق عملی اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے، ڈرتا ہے اور استغفار کرتا ہے، برخلاف مبتدع کے، اور یہاں مبتدع سے ایسا شخص مراد ہے جو اہل سنت و جماعت کے مخالف عقیدہ رکھے، مبتدع کی اقتداء جائز ہے کراہت کے ساتھ اگر کوئی ایسا عقیدہ نہ رکھتا ہو جو اہل سنت کے نزدیک کفر تک پہنچانے والا ہو، رہا وہ مبتدع جو ایسا عقیدہ رکھتا ہو جو کفر تک پہنچانے والا ہو تو ایسے شخص کی اقتداء ہرگز جائز نہیں ہے جیسے غالی رافضی جو حضرت علی کے لیے الوہیت کا دعویٰ کرتے ہیں یا یہ کہتے ہیں کہ نبوت حضرت علی کے لئے تھی جبریل سے پہنچانے میں غلطی ہوئی اور اسی طرح کے کفریہ عقائد وغیرہ اور اسی طرح وہ شخص بھی جو حضرت عائشہ پر تہمت لگاتا ہو یا حضرت صدیق کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا آپ کی خلافت کا انکار کرتا ہو اور جیسا کہ جہمیہ اور قدریہ فرقے اور وہ مشبہہ جو اللہ تعالیٰ کے لئے عام جسموں کی طرح جسم ہونے کے قائل ہوں اور وہ شخص جو شفاعت، رویت باری، عذاب قبر اور کراماً کاتبین کا انکار کرے۔

رہا وہ شخص جو صرف حضرت علی کی تفضیل کا قائل ہے تو وہ ان مبتدعین میں سے ہے جن کے پیچھے کراہت کے ساتھ نماز جائز ہے اور اسی طرح وہ شخص بھی جو یہ کہے کہ اللہ کا جسم ہے مگر عام جسموں کی طرح نہیں یا یہ کہے کہ اللہ کا دیدار ممکن نہیں ہے اس کی جلالت وعظمت کی وجہ سے۔

امام محمد نے قاضی ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے روایت کی ہے کہ اہل ھواء و بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، اس مسئلہ کی بنیاد اس روایت پر ہے جو ابو یوسف سے مروی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ متکلم کی اقتداء جائز نہیں۔ اگرچہ حق بات کہتا ہو۔ ہنداوی نے کہا کہ ممکن ہے اس سے ان کی مراد وہ

متکلم ہو جو علم کلام کی باریکیوں میں بحث و مناظرہ کرتا پھرتا ہو، صاحب مجتبیٰ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ ان کی مراد ابوحنیفہ کا وہ قول ہو جو انھوں نے اس موقع پر فرمایا تھا جب اپنے بیٹے حماد کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تھا، تو آپ نے بیٹے کو منع فرمایا۔ بیٹے نے کہا کہ میں نے آپ کو بھی اس میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا ہے، تو آپ نے فرمایا کہ ہاں ہم مناظرہ کرتے تھے (اور اتنے سکون و اطمینان سے کرتے تھے) گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں اور ہم ڈرتے تھے کہ ہمارا مد مقابل لغزش نہ کر بیٹھے اور اب تم لوگ مناظرہ کرتے ہو اور (مناظرہ میں) یہ چاہتے ہو کہ تمہارا مقابل غلطی کرے، جس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل غلطی کرے گویا اس نے یہ چاہا کہ اس کا مقابل کفر کرے، تو وہ اپنے مقابل سے پہلے کافر ہو گیا اور یہی وہ متکلم ہے جس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

جاننا چاہیے کہ جن اہل اھواء و بدعت کا ہم نے ذکر کیا ان پر حکم کفر لگانا جبکہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی سے ثابت ہے کہ اہل قبل کی تکفیر نہیں کی جائے گی (تو یہ حکم کفر) اس بات پر محمول ہے کہ وہ نفس اعتقاد کفر ہے، تو اس کا قائل ایسی چیز کا قائل ہے جو کفر ہے۔ اگر چہ اس کی تکفیر اس بنیاد پر نہیں کی جائے گی کہ اس کا یہ قول طلب حق کی کوشش کرتے ہوئے اپنی استطاعت کو کشادہ کرنے کی وجہ سے ہے، لیکن ان کا اس بات پر جزم کرنا کہ ایسے بدعقیدہ کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، یہ درست نہیں ہے ہاں اگر عدم جواز سے مراد یہ لیا جائے کہ نماز درست ہونے کے باوجود حلال نہیں ہے (اگر یہ مراد نہ لیا جائے تو) یہ ایک مشکل مسئلہ ہے۔ شیخ کمال الدین ابن ہمام نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

اس بنیاد پر ضروری ہے کہ منقول کو محمول کیا جائے غالی رافضیوں کے علاوہ

پر، اس لیے کہ یہ اور ان کی طرح کے دوسرے لوگوں نے حق کی تلاش میں جدو جہد اور کوشش نہیں کی کیونکہ حضرت علی کو الہٰ ماننا یا پھر وحی لانے میں جبریل کے غلطی ہونے کی بات کہنا وغیرہ یہ سب محض نفس واھواء کی بنیاد پر ہے، یہ لوگ ان لوگوں سے برے حال میں ہیں جو یہ کہتے ہیں **مانعبدهم الا ليقربونا إلى الله زلفٰى** تو ان دونوں اماموں (یعنی ابوحنیفہ اور شافعی) سے یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ ایسے لوگوں کو کافر نہ کہیں بلکہ ان دونوں حضرات کا کلام ان لوگوں کے بارے میں ہے جس کے اختیار کردہ موقف میں شبہ ہو۔ اگر چہ عندالتحقیق ثابت ہو جائے کہ ان کا موقف فی نفسہ کفر ہے جیسا کہ رویت باری تعالیٰ، عذاب قبر وغیرہ کا منکر، چونکہ اس میں نصوص مشہورہ کے حکم اور اجماع کا انکار ہے مگر یہ کہ اس معاملہ میں ان کے شبہات ہیں کہ انھوں نے غائب کو حاضر پر قیاس کر لیا ہے اور جیسے شیخین کی خلافت کا منکر، کیونکہ اس میں اجماع قطعی کے حکم کا انکار ہے مگر یہ کہ وہ لوگ اجماع کے حجت ہونے کا انکار کرتے ہیں صحابہ پر اتہام کرنے کی وجہ سے، لہٰذا فی الجملہ ان کے لئے ایک شبہ ہے جو اگر چہ دلیل کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر البطلان ہے۔ تو وہ شبہ جس کی طرف ان کو ان کا اجتہاد لے گیا ہے اس کی وجہ سے احتیاطاً ان کی تکفیر کا حکم نہ دیا جائے گا، اگر چہ ان کا معتقد کفر ہو، برخلاف ان کی اقتداء کے حکم کے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا''۔

فتاویٰ عالمگیری میں فرمایا:

قال المرغاني يجوز الصلاة خلف صاحب هوىٰ و بدعة ولا يجوز خلف الرافضي والجهمي والقدري والمشبهة ومن يقول بخلق القرآن و حاصلهٔ ان كان هولا يكفر صاحبه

يجوز الصلوٰة خلفه مع الكراهية والافلا هٰكذا فى التبيين والخلاصة وهو الصحيح هٰكذا فى البدائع.

ترجمہ: مرغنانی نے کہا کہ صاحب بدعت کے پیچھے نماز جائز ہے مگر رافضی جہمی، قدری، مشبہہ اور خلق قرآن کے قائل کے پیچھے جائز نہیں ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وہ بدعت ایسی ہو کہ جس کی وجہ سے اس کی تکفیر نہ کی جائے تو اس کے پیچھے کراہیت کے ساتھ نماز جائز ہے ورنہ نہیں، یہی تبین الحقائق اور خلاصہ میں بھی ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ بدائع میں ہے۔

ملاعلی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

والجمع بين قولهم لا نكفر احدا من اهل القبلة وقولهم يكفر من قال بخلق القرآن او استحالة الرؤية او سب الشيخين او لعنهما وامثال ذلک مشكل كما قال شارح العقائد وكذا قال شارح المواقف ان جمهور المتكلمين والفقهاء على انه لا يكفر احدا من اهل القبلة وقد ذكر فى كتب الفتاوىٰ ان سب الشيخين كفر وكذا انكار اما متهما كفر ولا شک ان امثال هٰذه المسئله مقبولة بين جمهور المسلمين فالجمع بين القولين المذكورين مشكل. ووجه الاشكال عدم المطابقة بين المسائل الفرعية والدلائل الا صولية التى من جملتها اتفاق المتكلمين على عدم تكفير اهل القبلة المحمدية ويدفع الاشكال بان نقل كتب الفتاوىٰ مع جهالة قائلهٖ وعدم اظهار دلائلهٖ ليس بحجة من ناقلهٖ اذ مدار الاعتقاد فى المسائل الدينية على الادلة القطعية على ان فى تكفير المسلم قد يترتب مفاسد جلية وخفية فلا يفيد قول

بعضهم انما ذكروه بناء على الامور التهديدية والتغليظية ولا يخفى انه يمكن ان يقال فى رفع الاشكال ان جزمهم ببطلان الصلاة خلفهم احتياطاً لا يستلزم جزمهم بكفرهم الا ترىٰ انهم جزموا ببطلان الصلاة مستقبلة الى الحجر احتياطاً مع عدم جزمهم انه ليس من البيت بل حكموا بموجب ظنهم فيه انه منه فاوجبوا الطواف من ورائهٖ ثم اعلم ان المراد باهل القبلة الذين اتفقوا على ماهو من ضروريات الدين كحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللّٰه تعالیٰ بالكليات والجزئيات وما اشبه ذلک من المسائل المهمات فمن واظب طول عمرهٖ على الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفى الحشر اونفى علمهٖ سبحانه بالجزئيات لايكون من اهل القبلة وان المراد بعدم تكفير احد من اهل القبلة عند اهل السنة انه لا يكفر مالم يوجد شئ من امارات الكفر وعلاماتهٖ ولم يصدر عنه شئ من موجباتهٖ.

ترجمہ: ’’علماء کے قول ’’ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے‘‘ اور ان کے اس قول کہ ’’جو قرآن کو مخلوق کہے یا رویت باری کو محال کہے یا شیخین کو سب وشتم اور لعنت کرے وہ کافر ہے‘‘ اور اسی قسم کے دوسرے اقوال کے درمیان جمع وتطبیق مشکل ہے، جیسا کہ شارح عقائد نے فرمایا ہے۔ اسی طرح شارح مواقف فرماتے ہیں کہ جمہور متکلمین وفقہا نے فرمایا کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی اور ساتھ ہی ساتھ کتب فتاویٰ میں یہ بھی مذکور ہے کہ سب شیخین کفر ہے اسی طرح ان کی امامت وخلافت کا

انکار کفر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کے مسائل کی امثال عام مسلمانوں کے درمیان مقبول ہیں۔ تو اب ان دونوں اقوال کے درمیان جمع و تطبیق مشکل ہے۔

اس اشکال کی وجہ یہ ہے مسائل فروعیہ اور دلائل اصولیہ کے درمیان مطابقت نہیں ہو پا رہی ہے، دلائل اصولیہ ہی سے یہ بات بھی ہے کہ عدم تکفیر اہل قبلہ پر متکلمین کا اتفاق ہے اور یہ اشکال اس طرح دفع کیا گیا ہے کہ کتب فتاویٰ کی نقل قائل کے مجہول ہونے اور اس کے دلائل ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مسائل دینیہ میں ادلۂ قطعیۃ پر دارومدار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ مسلمان کی تکفیر کرنے میں بہت سے ظاہر اور پوشیدہ مفاسد مرتب ہوتے ہیں، یہاں پر بعض حضرات کا یہ کہنا مفید نہ ہوگا کہ (فقہا نے کتب فتاویٰ میں) ان کی تکفیر صرف تہدید و تغلیظ کے طور پر فرمائی ہے۔

مخفی نہ رہے کہ اشکال رفع کرنے کے لئے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اہل بدعت کے پیچھے احتیاطاً نماز کے فساد کا جزم کرنا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ان کی تکفیر کا بھی جزم کر لیا جائے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ فقہا نے احتیاطاً اس شخص کی نماز کے فساد کا جزم کیا ہے جو حجر اسود کی طرف منھ کر کے نماز پڑھے، اس کے باوجود انھوں نے اس کا جزم نہیں کیا کہ حجر اسود بیت اللہ میں سے نہیں ہے، بلکہ اپنے ظن غالب کے مطابق انھوں نے حکم لگایا ہے کہ حجر اسود بیت اللہ کا حصہ ہے، لہٰذا انھوں نے اس کے سامنے سے طواف کو واجب قرار دیا ہے۔

پھر جاننا چاہیے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو ضروریات دین پر متفق ہوں مثلاً عالم کا حادث ہونا، جسموں کا حشر اور اللہ تعالیٰ کے تمام کلیات و

جزئیات کے جاننے کا اعتقاد اور اسی قسم کے دیگر ضروری مسائل۔ جو شخص پوری زندگی طاعت و عبادت میں گزار دے مگر ساتھ ہی عالم کے قدیم ہونے یا اجسام کے حشر نہ ہونے یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات نہ جاننے کا اعتقاد رکھے وہ ہرگز اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا اور اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تکفیر اس وقت تک نہیں کی جائے گی جب تک کفر کی نشانیوں اور علامتوں میں سے کچھ نہ پایا جائے اور موجبات کفر میں سے کوئی بات ان سے صادر نہ ہو‘‘۔

الحمد للہ تعالیٰ علی ختم الکتاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب.

☆☆☆

تعزیہ داری کے متعلق فتویٰ

سوال : ماہ محرم میں افعال خیر اور ان کا ثواب کربلا معلیٰ کے شہدا کرام علیہم السلام کی ارواح کو بخشنا کیا حکم رکھتا ہے؟ جیسا کہ ملک ہندوستان میں رائج ہے۔ بینوا و توجروا.

الجواب : افعال خیر کے نام پر ہندوستان میں جو چیزیں رائج ہیں وہ دو قسم کی ہیں، ایک تو وہ امور خیر کہ واقعی جن کا مطلقاً خیر ہونا شرع شریف سے ثابت ہے اور ماہ محرم میں ایصال ثواب کی نیت سے کیے جاتے ہیں ان کا حکم یہ ہے کہ امور خیر مثلاً ختم قرآن شریف، محبوبان حق سبحانہ کے صحیح حالات کا ذکر کرنا، مساکین پر صدقہ کرنا اور تمام مسلمین کو ہدایا اور تحفے دینا ان (سارے کاموں) کا خیر اور نیکی ہونا مطلقاً نصوص دین سے ثابت ہے، یہ کام کسی بھی وقت اور کسی بھی جگہ کیے جائیں موجب ثواب و برکت ہیں اور ان کا ثواب بزرگوں کی ارواح کو بخشنا درست ہے اور (ایسا کرنا) نفع و فائدہ کا سبب ہے۔ لہٰذا محرم الحرام میں ایام شہادت جناب امام حسین کی مناسبت اور تعلق سے اس قسم کے کار خیر کرنا شرعاً موجب خیر و برکت ہے اور ایصال ثواب کے ارادے سے یہ امور خیر انجام دینا نہایت مناسب اور موجب ثواب ہے۔

دوسرے فرضی نیک کام کہ جن کو اہل ہند نے نیک کام گمان کر لیا ہے اور در حقیقت قواعد شرعیہ کی رو سے ان کا نیک ہونا ثابت نہیں ہے بلکہ ان کا برا ہونا شریعت سے ثابت ہے پس ایسے کاموں کو کرنا موجب گناہ ہے اور ان کی نسبت جناب امام ہمام (حسین) علیہ السلام کی طرف کرنے سے شریعت کا حکم تبدیل نہ ہوگا۔

انہیں کاموں میں سے ایک کام تعزیہ داری بھی ہے کہ لکڑی اور کاغذ وغیرہ سے تعزیہ تیار کیا جاتا ہے اور اس کو امام ہمام (حسین) کا روضہ قرار دے کر بازار اور گلی کوچوں میں گشت کرایا جاتا ہے اور جنگل میں لے جا کر اس کو دفن کر دیا جاتا ہے، دراصل اتنا ہی تعزیہ داری کی حقیقت و ماہیت ہے، باقی اس میں دوسری چیزیں مثلاً تصاویر وغیرہ اس کے زوائد و عوارض ہیں، اس سے قطع نظر کہ ان زوائد و عوارض سے گناہ صغیرہ و کبیرہ لازم آ رہے ہیں صرف تعزیہ داری اور اس کو کار ثواب سمجھنا

بھی قواعد شرعیہ اور ضوابط دینیہ سے واضح مخالفت رکھتا ہے۔ اولاً تو اس لیے کہ اس میں اسراف بے جا اور مال کی فضول خرچی ہے جو گناہ و وبال کا موجب ہے، اس کے لئے آیت کریمہ ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین (بیشک فضول خرچی کرنے والے شیاطین کے بھائی ہیں) کافی ہے۔ کاش کہ وہ مال جو ایصال ثواب کی نیت سے تعزیہ داری میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کو زمین میں دفن کر دیتے ہیں اس کا دسواں حصہ بھی اگر (ضرورت مند) سادات کرام کی خدمت میں نذر کر دیتے تو حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے محبوبوں کی خوشنودی کا سبب ہوتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص ہر روز یا ہر سال جناب رسالت مآب ﷺ کے ایصال ثواب کے خیال سے درہم و دینار یا کاغذ اور لکڑی وغیرہ زمین میں دفن کر دے، یا کنوئیں اور دریا میں ڈال دے اور اس کام کو باعث ثواب سمجھے، کوئی بھی عقل منداس حرکت کو جائز نہیں سمجھے گا۔

(تعزیہ داری کے ناجائز ہونے کی) دوسری وجہ یہ ہے کہ من گڑھت چیز کو حضرت امام حسین کی طرف منسوب کر کے اپنے وہم وگمان میں یہ سمجھ لینا کہ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے اور اس سے برکت حاصل کرنا یہ شریعت سے موافقت نہیں رکھتا، اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص اپنے گھر کو خانۂ کعبہ قرار دے یا اس کو حضور ﷺ کا روضہ مقدسہ قرار دے یا کوئی کنواں کھود کر اس کو کوثر و زمزم کہے وغیرہ پس کسی چیز کو ایسے ہی زبان سے کچھ قرار دے کر اس کی تعظیم کرنا یہ اپنے وہم وگمان کی پیروی ہے بلکہ اپنی جانب سے شریعت ایجاد کرنا ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ کوئی تعزیہ اس روضہ مقدسہ کی بالکل صحیح مثال ہو جس کو ایران کے رافضی سلاطین نے اپنے عہد میں توڑ کر درست کر کے بنایا تھا، لہٰذا (تعزیہ کے ہو بہو ویسا ہی ہونے کی بنیاد پر) اس کو فرضی اور من گھڑت نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ آپ نے امر دوم کے بیان میں (فرضی اور من گھڑت ہونے کی بنیاد پر) تعزیہ داری کے عدم جواز کا حکم لگایا ہے اور ساتھ ہی اس میں برکت حاصل کرنے کا بھی عقیدہ نہ ہو (تو پھر تو یہ تعزیہ جائز ہونا چاہیے؟)

اس کا جواب چند وجوہ سے ہے:

۱۔ ان مذکورہ سلاطین کے بنائے ہوئے در و دیوار کے نقشہ کا باعث برکت ہونا از روئے شرع کوئی

صورت نہیں رکھتا۔

۲۔ اس قسم کے نقشے بنانے میں مال خرچ کرنا فضول خرچی سے خالی نہیں ہے۔

۳۔ اور ان سب باتوں سے قطع نظر بغیر میت کے قبریں بنانا جیسا کہ تعزیہ میں لکڑی وغیرہ کی بنائی جاتی ہیں شرعاً ممنوع ہے۔

۴۔ اور بالفرض اگر تعزیہ ان تمام ممنوعات سے خالی بھی ہو تب بھی کوئی ایسا کام جو مستند فقہا اور معتمد محدثین سے منقول نہ ہو بلکہ فاسقوں اور جاہلوں نے بلا دلائل شرعیہ ایجاد کرلیا ہو وہ بدعت سیئہ میں داخل ہے، لہٰذا ایسا کام کرنا گناہ اور اس کو جائز سمجھنے والا بدمذہب اور گناہگار ہے۔ رہے وہابی نجدی اور اسماعیلی فرقے کے لوگ جو صرف تعزیہ بنانے والوں اور دیکھنے والوں پر مشرک ہونے کا حکم لگادیتے ہیں یہ محض ان کی جہالت وگمراہی ہے۔

اگر کوئی اعتراض کرتے ہوئے یہ مسئلہ پیش کرے کہ حرام کو حلال قرار دینا اور معصیت کو مباح کرنا کفر ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس صورت میں ہے کہ کسی خاص فعل کا نصوص قطعیہ سے حرام اور معصیت ہونا ثابت ہو اور وہ ضروریات دین میں داخل ہو اور یہ معاملہ یہاں مفقود ہے لہٰذا تعزیہ داری پر حکم کفر لگانا مردود ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محبّ رسول

ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ لہما

☆☆☆

مجلسِ مرثیہ خوانی کے متعلق فتویٰ

سوال : جناب سید الشہداء ریحان رسول الثقلین حضرت امام حسین علی جدہ وعلیہ السلام کے ذکر شہادت کی مجلس منعقد کرنا جیسا کہ ماہ محرم میں ہندستان میں رائج ہے از روئے شرع کیا حکم رکھتا ہے؟ بینوا وتوجروا.

الجواب : مجالس ذکر شہادت کا رواج ان شہروں میں کئی طرح کا ہے اور ہر قسم شریعت مطہرہ کے مطابق الگ الگ حکم رکھتی ہے۔

پہلی قسم - اس قسم کی مجالس کا رواج بہت اقل قلیل ہے۔ یہ مجلس وہ ہے جس میں معتمد محدثین کی کتابوں سے صحیح اور معتمد روایات ہوں ان روایات میں سے کچھ شاہ عبدالعزیز دہلوی کے رسالہ ''سر الشہادتین'' میں مذکور ہیں۔ یہ روایات معتمدہ اجر جزیل اور صبر جمیل کے حصول کی نیت سے نثر میں وعظ کے طور پر یا نظم میں بغیر مروجہ غناء پڑھی جائیں اور ان روایات صحیحہ میں سے بھی ایسے الفاظ ساقط کر دیئے جائیں جو عوام کی نظر میں سوء ادب کا وہم پیدا کریں، نوحہ گری اور سینہ کوبی وغیرہ جو امور ممنوعہ ہیں اس مجلس میں نہ ہوں تو ایسی مجلس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کی مجالس رب الارباب کی رحمت نازل ہونے کا سبب، بے حساب اجر کا باعث اور محل ثواب ہے۔ لیکن اس قسم کی محافل کا انعقاد سوائے چند مقامات کے میں نے نہیں سنا۔

دوسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اور اس میں اس قسم کے مرثیہ پڑھے جائیں جن میں انبیاء کرام یا ملائکہ عظام علیہم السلام کی بے ادبی واہانت ہو یا غیر نبی کی نبی پر فضیلت لازم آ رہی ہو، جیسا کہ اکثر مروجہ مرثیوں میں حضرت جبریل یا حضرت سلیمان یا حضرت موسیٰ یا حضرت یوسف یا حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی ہتک وتوہین ہوتی ہے۔

اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسی مجلس منعقد کرنے اس میں حاضر ہونے اور ان کفریہ کلمات کو سننے سے کفر لازم آتا ہے اور اگر ان کلمات کفریہ پر اصرار اور ان کا التزام ہو تو یقیناً آدمی کافر ہو جائے گا۔

تیسری قسم - مرثیہ خوانی کی مجلس آراستہ کی جائے اوراس میں ایسے مرثیہ پڑھے جائیں جو روافض کے تصنیف کردہ ہوں جو کہ اپنے مذہب کی واہی روایتوں کی بنیاد پر نظم کرتے ہیں اور اکثر ان میں اشارہ وکنایہ سے سخت تبرا ہوتا ہے اور جو عقائد اہل سنت کی مخالفت سے ہر گز خالی نہیں ہوتے۔ اس قسم کی مجالس کا حکم یہ ہے کہ ایسے مرثیے پڑھنے والا، سننے والا اور ایسی مجالس منعقد کرنے والا اہل سنت سے خارج اور روافض میں داخل ہے۔

چوتھی قسم - ایسے مرثیے جن میں جاہلوں کی جھوٹی اور من گھڑت روایتیں ہوں گو کہ عقائد اہل سنت کے صراحۃً مخالف نہ ہوں، ایسی مجالس کا حکم یہ ہے کہ بلا شبہ ایسی مجالس منعقد کرنا اور ایسے مرثیہ سننا موجب گناہ ہے، نوحہ کرنا، سینہ پیٹنا اور کالے کپڑے پہننا بھی اسی قسم میں داخل ہے۔

پانچویں قسم - علماء اہل سنت کی معتمد کتب سے صحیح روایات پر مشتمل مراثی مروجہ غناء کے طور پر پڑھنا، یہ قسم مختلف فیہ ہے اولاً تو اس لئے کہ غناء کے جواز وعدم جواز میں علماء کا اختلاف ہے، دوسری یہ کہ اس قسم کی مجالس میں روافض کے خاص شعار سے مشابہت ہے، لہٰذا اس قسم کی مجلس سے بچنا ہی بہتر ہے۔

واللہ اعلم بالصواب

حررہ الفقیر الحقیر

عبدالقادر محبّ رسول

ابن مولانا فضل رسول حنفی قادری بدایونی کان اللہ لہما

☆☆☆

تکملہ ردروافض

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ العزیز العلام ولی الانعام واکمل الصلوٰۃ وافضل السلام علی سیدالانام سیدنا و مولانا محمد ن الذی ھوللانبیاء ختام وعلی آلہٖ العظام واصحابہٖ الکرام واولیاء امتہ إلی یوم القیام،

اما بعد.

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ اس سے قبل میں نے علماء اعلام کی خدمت میں روافض سے نکاح اور نماز میں ان کی اقتداء کے بارے میں ایک استفتاء کیا تھا، چونکہ علماء کے جوابات میں روافض کے بعض عقائد کے بارے میں حکم کفر اور بعض عقائد کے بارے میں حکم فسق تحریر کیا گیا تھا، نیز یہ کہ روافض کے فرقوں کے درمیان عقائد کے سلسلہ میں اختلاف درجۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے لہٰذا دور حاضر کے ایک شیعہ مجتہد اور ان کے متبعین کے عقائد جاننے کے لئے میں نے ایک سوال نامہ مرتب کیا، ان سے ان سوالوں کے جواب حاصل کیے، پھر ان سوال و جواب کو علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور ان تمام سوالات و جواب کو جمع کر کے ایک رسالہ کی شکل دی، اللہ تعالیٰ تمام اہل سنت کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے **واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم.**

اس رسالہ کا نام ''تکملہ رد روافض'' رکھتا ہوں، ناظرین کرام سے امید کرتا ہوں کہ مجھ فقیر کو دعاء خیر میں یاد رکھیں گے **وباللّٰہ التوفیق وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم.**

سوال (۱) : قذف عائشہ صحیح ہے یا عائشہ قذف سے بری تھیں، جیسا کہ مخالفین کہتے ہیں اور ان کی برأت کے لئے دلیل میں قرآنی آیات لے کر آتے ہیں، غرض کہ ان کا حال کیا تھا؟

جواب : چند وجوہ سے قذف عائشہ صحیح نہیں ہے، پہلی تو یہ کہ قذف فی نفسہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے اور اس کے واسطے شارع کی جانب سے ایک سزا مقرر ہے، قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

> **والذین یرمون المحصنات ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة(۱)**
>
> اور جو لوگ پاک باز عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر چار گواہ پیش نہ کرسکیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ۔

دوسری وجہ یہ کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا ایسے کام کا ارتکاب کرنا جو قذف کا موجب ہو ہرگز ثابت نہیں۔

تیسری یہ کہ بغیر ثبوت قطعی کے مومنین و مومنات میں سے کسی کی طرف زنا کی نسبت کرنا اہل ایمان کے شایان شان نہیں ہے چہ جائے کہ نبی کریم (ﷺ) کی ازواج میں سے کسی کی طرف اس کی نسبت کرنا جو یقیناً جناب رسالت مآب (ﷺ) کے آداب کے خلاف ہے۔

عائشہ................(۲) پر تہمت لگانا ناجائز ہے اور لگانے والا گنہ گار اور شرعی سزا کا مستحق ہے، جیسا کہ جناب غفران مآب اعلی اللہ مقامہ نے ''تکفیر المکفرین'' میں ارشاد فرمایا ہے، ہاں باتفاق امامیہ (شیعہ) عائشہ...............(۳) تھی، جیسا کہ رسول خدا (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: **یا علی حربک حربی وسلمک سلمی** (اے علی تمہارا جنگ کرنا میرا جنگ کرنا ہے اور تمہارا جنگ بندی کرنا میرا جنگ بندی کرنا ہے) اور یہ بات ظاہر ہے کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام کے ساتھ جنگ کی تھی، مقدمات کو ترتیب دینے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عائشہ نے رسول

۱۔ سورۂ نور:۴

۲۔ اس جگہ تبرا کے سخت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

۳۔ ایضاً

خدا کے ساتھ جنگ کی اور واضح ہے کہ رسول خدا (ﷺ) سے جنگ کرنے والا یقیناً .... (۱) ہے، نیز یہ کہ عائشہ نے جناب امیر علیہ السلام پر جو کہ باتفاق فریقین اولی الامر میں سے تھے خروج کیا ہے، حالانکہ ازواج نبی (ﷺ) کی نسبت خدا نے فرمایا

وقرن فی بیوتکن ولا تبرجن تبرج الجاھلیة الاولیٰ. (۲)

ترجمہ: اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور اگلی جاہلیت کی سی بے پردگی کر کے بے پردہ نہ پھرو۔

اور (عائشہ نے) امیر علیہ السلام سے اپنی عداوت ظاہر کردی حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

اطیعواللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم. (۳)

ترجمہ: اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔

اسی طرح اور دوسری وجوہات بھی ہیں، اس مختصر جواب میں جن کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے واللہ یعلم۔

سوال (۲): اہل بیت نبوی صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کا مرتبہ بالخصوص مولانا ومقتدانا حضرت امیر المؤمنین امام المسلمین خلیفہ بلافصل یعنی شیر خدا حضرت علی مرتضیٰ صلوۃ اللہ علیہ کا مرتبہ تمام انبیاء سے سوائے حضرت سرور کائنات ختم المرسلین علیہ الف الف تحیۃ والثناء افضل ہے یا نہیں؟

جواب: یقیناً ائمہ ھدا (علیہم التحیۃ والثناء) کے مراتب تمام انبیاء بلکہ اولوالعزم رسولوں سے بھی زیادہ ہیں سوائے حضرت خاتم المرسلین (صلوٰۃ اللہ علیہ) اور جناب امیر علیہ السلام کا رتبہ بھی افضل واعلیٰ ہے جیسا کہ آپ کی سیرت اور خصائص کی طرف مراجعت کرنے سے ظاہر ہوتا ہے اور آنحضرت (ﷺ) اور دیگر انبیاء کے کلمات جو آپ کے بارے میں ہیں ان سے پتا چلتا ہے اور بے شمار آیات وروایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں، مثال کے طور پر جناب رسول خدا (ﷺ)

۱۔ اس جگہ تبرا کے سخت الفاظ تھے اس لئے سفیدی چھوڑ دی گئی (سید حسین حیدر)

۲۔ احزاب:۳۳ ۳۔ النساء:۵۹

نے جناب امیر علیہ السلام کو اپنا ''نفس'' فرمایا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر ہے:

> **تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم.(۱)**
>
> ترجمہ: آؤ! ہم اور تم اپنے اپنے لڑکوں کو بلائیں اور اپنی اپنی لڑکیوں کو بھی بلائیں اور خود ہم اور تم بھی جمع ہو جائیں۔

فریقین (یعنی سنی وشیعہ) کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ مباہلہ کے دن امیر علیہ السلام جناب رسول خدا (ﷺ) کی جگہ پر تھے اور عقل سلیم اور فہم مستقیم پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ جناب رسول خدا (ﷺ) تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ (اب جبکہ امیر علیہ السلام حضور اکرم ﷺ کی جگہ پر ہیں تو) قیاس مساوات کا تقاضا ہے کہ حضرت امیر کی فضیلت تمام انبیاء پر ثابت ہو، چہ جائے کہ مساوات، ہاں جناب ولایت مآب (حضرت علی) کی فضیلت یا مساوات **من کل الوجوہ** حضرت رسالت مآب (ﷺ) سے کفر ہے، ورنہ فرع کی فضیلت یا مساوات اصل کے ساتھ لازم آئے گی اور کسی عقل مند کی عقل اس کو جائز نہ رکھے گی۔

سوال (۳) : رسول خدا (ﷺ) سے تقیہ کا واقع ہونا ثابت ہے یا نہیں؟ اور تقیہ کا معنی کیا ہے؟

جواب : تقیہ کا معنی یہ ہے کہ مواضع مستثنیٰ کے علاوہ اعداء دین کے ضرر سے اپنے نفس کی حفاظت کرنا۔ تقیہ کا وجوب ضروریات مذہب میں سے ہے اور قرآن مجید کی نص سے اس کا ترک کرنا منع ہے اور جناب رسالت مآب ﷺ کا تقیہ کرنا کئی مقامات پر ثابت ہے جیسا کہ غار کے احوال مشہور ہیں بلکہ مہر نیم روز سے زائد روشن ہیں۔

سوال (۴) : ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین پر صحائف کا نازل ہونا کس طور پر ہے آیا بطریق الہام ہے یا بطریق وحی انبیاء ہے؟

جواب : وہ صحیفے اور کلمات جو ان حضرات سے ثابت ہیں وہ یا تو الہام کی مثل تھے یا پھر بالواسطہ رب علام کی وحی کی جانب مستند تھے، چونکہ یہ حضرات عصمت کی وجہ سے نفسانیت اور کلام

۱۔ آل عمران: ٦١

خطا سے مبرّا تھے، اوران حضرت کے کلمات حق سمات وحی یا الہام کی جانب منسوب تھے، یہ وحی ربانی کا خلاصہ یا کتب ربانیہ کی شرح تھے، لہٰذا بطور مجاز ان کلمات کی نسبت خدا کی طرف کرنا جائز و درست ہے۔

سوال (۵) : مسئلہ بدأ صحیح ہے یا نہیں؟ اور بدأ کا معنی کیا ہے؟

جواب : بدأ کا اصطلاحی معنی بمقتضاء مصلحت علم خدا میں تغیر و تبدیلی ہونا ہے نہ کہ پشیمانی کے طور پر جیسا کہ مثلاً زید کی عمر علم الٰہی میں ۴۰ سال ہے اب صلہ رحمی اور نیکی کی وجہ سے یہ مقدار عمر محو کر کے اس کی جگہ ۵۰ سال عمر لکھ دی گئی اور یہ تبدیلی اس علم کے ساتھ مخصوص ہے جو لوح محو و اثبات میں درج ہے، اور علم لوح محفوظ اس قسم کے تغیرات سے محفوظ ہے، اس اجمال کی تفصیل کتب مبسوطہ مثلاً حق الیقین اور حدیقۂ سلطانیہ وغیرہ میں دیکھنا چاہیے۔

سوال (٦) : رسول علیہ السلام کے ساتھ غار ثور میں ابوبکر کی صحبت صحیح ہے یا نہیں؟ جیسا کہ مخالفین اس آیت سے ثابت کرتے ہیں:

ثانی اثنین اذھما فی الغار .(۱)

اس آیت کا معنی کیا ہے؟

جواب : اس آیت کی روشنی میں یار غار کی ہمراہی تسلیم ہے لیکن اس سے کسی قسم کی فضیلت کا اثبات ہونا تسلیم نہیں ہے ورنہ دعویٰ کرنے والے کے اوپر دلیل لانا لازم، اور حقیقت یہ ہے کہ اس کے پاس اس امر پر کوئی دلیل نہیں ہے اور شاعر نے کیا اچھی بات کہی ہے:

....................................(۲)

سوال (۷) : عثمان کے جمع کئے ہوئے قرآن میں کسی بھی طریقے سے تحریف و نقصان واقع ہوا ہے یا نہیں؟ مثلاً اعراب و کلمات میں تغیر یا آیات میں تغیر یا ان آیتوں اور سورتوں کا اخراج جو مدائح مرتضوی یا دیگر اہل بیت نبویہ کی شان میں تھیں اور ترتیب میں مخالفت وغیرہ واقع ہوئی ہے یا

۱۔ التوبۃ:۴۰

۲۔ اس شعر میں صدیق اکبر کی شان میں تبرا تھا اس لئے بیاض چھوڑ دیا گیا (سید حسین حیدر)

نہیں؟ اگر ہاں تو قرآن شریف کو ناقص کہا جا سکتا ہے یا کامل؟

جواب : قرآن کو جمع کرنے والے بلکہ قرآن کو جلانے والے اور اس میں تحریف کرنے والے کی جانب سے قرآن کریم کے نظم یعنی ترتیب آیات وغیرہ میں تحریف ہونا فریقین کے مفسرین کے کلام کی روشنی میں ایسا ثابت ہے کہ بیان سے مستغنی ہے۔ اسی طرح اہل بیت علیہم السلام کی فضیلت میں وارد بعض آیات میں کمی کیے جانے کے سلسلہ میں بہت سے قرائن اور بے شمار آثار و روایات موجود ہیں، جیسا کہ سیوطی کی درمنثور میں ہے کہ آیت کریمہ: **کفی اللّٰہ المومنین القتال.** (اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا، الاحزاب ۲۵)

دراصل اس طرح تھی **کفی اللّٰہ المومنین القتال بعلی ابن ابی طالب** (علی ابن ابی طالب کے سبب اللہ نے مومنوں کو جنگ سے بچالیا)

اسی طرح آیت کریمہ اس طرح تھی:

> **یاایھاالرسول بلغ ما انزل الیک من ربک ان علیاً امیر المومنین.** (اے رسول آپ پہنچا دیجئے جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل فرمایا گیا ہے کہ علی امیر المومنین ہیں)

جب قرآن کے اندر کمی کیا جانا شیعوں کے اقوال سے قطع نظر خود سنیوں کے کلام سے ثابت ہو رہا ہے تو اب عثمان کی تحریف میں کیا شک و شبہ رہا۔ عیاں را چہ بیاں، لیکن اس کمی کیے جانے سے اصل قرآن میں کمی ہونا لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جامع القرآن نے اپنے فطری نقص کی وجہ سے قرآن کی جمع و تالیف میں تنقیص کی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں، جیسا کہ اس بات میں شک نہیں کہ اصل قرآن میں کوئی نقص نہیں۔

سوال (۸) : ناصبی لوگ (یعنی اہل سنت) اپنے تسلیم شدہ مسائل و عقائد کی وجہ سے جمہور علماء امامیہ رحمہم اللہ کے نزدیک مسلم ہیں یا نہیں؟ ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ان سے نکاح کرنا درست ہے یا نہیں؟

جــــواب : جاننا چاہیے کہ سنی لوگ بظاہر شہادتین کا اقرار کرتے ہیں اور دیگر شعائر اسلام بھی

اختیار کئے ہوئے ہیں، لیکن بباطن اس کے منکر ہیں، اگر منکر نہ ہوتے تو یہ بات ممکن نہیں تھی کہ حدیث بضعہ کے متواتر ہونے کے باوجود اہل بیت اور بالخصوص جناب سیدہ کی ایذا رسانی ان سے سرزد ہوتی۔ اس ایذا رسانی کا صدور خود ان کی صحاح ستہ (جن کا لقب صحاح رکھا ہے مگر حقیقتاً وہ ضعاف ہیں) سے ظاہر و باہر ہے اور بے شمار قرائن سے ثابت ہے جن میں سے کچھ کا ذکر ہم نے اپنی تفسیر میں کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکام دو قسم کے ہیں (۱) احکام شریعت ظاہری ان کا دار و مدار ظاہر حال پر ہوتا ہے، مثلاً وراثت کا جاری ہونا یا نکاح وغیرہ کرنا، (۲) احکام شریعت باطنی و اخروی ان کا دار و مدار باطنی امور اور پوشیدہ نیتوں پر ہوتا ہے۔ **فان لکل امرء مانویٰ ان خیراً فخیراً وان شراً فشراً وانما الا عمال بالنیات.** (ترجمہ: آدمی جیسی نیت کرتا ہے اس کے لئے ویسا ہی ہے اگر خیر کی نیت کرے تو خیر اور اگر شر کی نیت کرے تو شر بیشک اعمال کا دار و مدار نیت کے اوپر ہے۔)

پس مصلحت شرعیہ اور حکمت الٰہیہ کا مقتضیٰ یہی ہے کہ اس دنیا میں ان کا (یعنی سنیوں کا) حکم ہماری طرح ہو اور اُس جہاں میں ان کا حکم مشرکین کی طرح ہو۔ خلاصہ یہ کہ ان کا آغاز اہل ایمان کے آغاز کی طرح ہے اور ان کا انجام مشرکین کے انجام کی طرح ہے۔ **اعاذنا اللّٰہ تعالیٰ**، ان کا ظاہر اسلام اور باطن کفر ہے۔ ان کا معاملہ اس شخص کی طرح نہیں ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں مومن ہوں جیسے ہم لوگ جن پر بالکلیہ ایمان کا حکم لگایا جاتا ہے، اور نہ ہی ان کا معاملہ اس شخص کی طرح ہے جس کا ظاہر و باطن دونوں کفر ہوں اور اس پر بالکلیہ حکم کفر لگایا جائے، بلکہ ان کا حال کفار کے نابالغ بچوں کی طرح ہے، کیوں کہ کفار کے بچے اگر سنِ تمیز سے پہلے فوت ہو جائیں تو حدیث **کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام** (ہر پیدا ہونے والا فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے) کے مطابق وہ کفر و شرک سے مبرا تھے لہٰذا ان پر نہ کفر و شرک کا حکم لگے گا اور نہ انھیں اس کا عقاب پہنچے گا، ہاں البتہ ظاہری احکام میں اپنے والدین کے تابع ہوں گے اور چونکہ ان کا ظاہر کفر ہے لہٰذا احکام ظاہریہ کفریہ ان پر نافذ

ہوں گے، جیسا کہ ان کے والدین پر نجس ہونے کا حکم ہے وہی حکم ان پر بھی لگے گا وغیرہ۔

خلاصہ یہ کہ چونکہ اہل سنت اسلام کا اظہار کرتے ہیں اور باطن میں کفر چھپاتے ہیں لہٰذا ان کے ظاہری احکام ظاہر شریعت کے مطابق ہوں گے اور باطنی احکام ان کے باطن کے مطابق اور اس سلسلہ میں مختلف احادیث وارد ہیں ان کو آپس میں تطبیق دینے کا تقاضا بھی یہی ہے، کیونکہ حدیث بضعہ کا مفاد یہ ہے کہ یہ لوگ کافر ہوں اور امام ہمام حضرت جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے اہل شام سے ہشام کا جو مناظرہ ہوا تھا اس کے بعض فقرے ان کے اسلام کا تقاضا کرتے ہیں، اب ان دونوں اخبار کے درمیان جمع و تطبیق کا تقاضا یہ ہے کہ ان کے باطن پر کفر کا حکم لگایا جائے اور ظاہر پر اسلام کا، ہاں البتہ ان کے پاک ہونے کا حکم یک گونہ احتمال رکھتا ہے جو زبانی تقیہ پر مرتب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اگر ان کو ''نجاست معفوہ'' میں سے شمار کیا جائے تو کچھ عجب نہیں، جیسا کہ بعض ظریف علماء سے منقول ہے۔

مومنہ عورت کا نکاح کسی سنی سے کرنے کے سلسلہ میں اختلاف ہے، احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے اجتناب کیا جائے، خصوصاً اوائل عمر میں، ہاں اگر اتفاقاً ایسا نکاح ہو جائے تو فسخ کا حکم نہیں دیا جائے گا، مگر زیادہ احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حتی الوسع خلع کے ذریعہ معاملہ کر کے ان کی قربت و نزدیکی سے پرہیز کریں اور ان کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں ہے، لیکن اگر تقیہ شرعی میں مبتلا ہو تو پڑھ لے۔ واللہ اعلم

فقط سید علی محمد

سوال از علمائے اہل سنت

علماء اہل سنت کی بارگاہ میں سوال ہے کہ جو شخص مندرجہ بالا جوابوں میں مذکور عقیدے رکھتا ہو جمہور اہل سنت کے نزدیک اس کا حکم کیا ہے؟ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ ایسے عقیدے کے حامل کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہے؟ ان کے عقیدے کی تردید اور وہ مفصل دلائل جو رسائل مطولہ میں لکھیں ہیں ان کو تحریر فرمانے کی حاجت نہیں ہے، سائل کا مقصد صرف حکم شرعی جاننا ہے۔

جواب از علمائے اہل سنت

جواب (۱)- مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق حضرت عائشہ صدیقہ زوجۂ مطہرہ جناب رسول خدا ﷺ پر بدکاری کی تہمت لگانا بالاجماع کفر ہے، روافض کی بہت سی کتابوں میں اس کفر شنیع کا اقرار موجود ہے۔ اب رہا یہ کہ اس مجتہد نے پہلے سوال کے جواب میں اس کا انکار کر کے صرف تبرّا اور لعن طعن پر اکتفا کیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس قسم کا اعتقاد رکھنے والوں کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، بہت سے فقہا نے ایسے شخص پر کفر کا حکم لگایا ہے، لہٰذا ان فقہا کے مسلک پر ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعاً فاسد ہے اور ان سے نکاح کرنا یقیناً حرام ہے، لیکن متکلمین نے قطعیت کے ساتھ حکم کفر نہیں لگایا ہے، بلکہ ایسے شخص کو مبتدع (بدعتی) لکھا ہے اور یہی مذہب محققین نے اختیار کیا ہے، لہٰذا اس مذہب پر فساد اقتداء کا قطعی ہونا اور نکاح کی حرمت کا یقینی ہونا لازم نہیں آتا، ہاں البتہ اقتداء نماز اور مناکحت میں کراہت تحریمی لازم آتی ہے جو قریب حرام ہے، اس مسئلہ کی تفصیل فقہ کی کتابوں مثلاً ردالمحتار وغیرہ میں مذکور ہے اور روافض کے اوہام کا بطلان دلائل کافیہ اور شافیہ کے ساتھ کلام وعقائد کی کتابوں میں درج ہے۔ یہاں سائل کی خواہش کے مطابق تفصیلی دلائل سے قطع نظر صرف بیان حکم پر اکتفا کیا گیا ہے۔

جواب (۲)- مذہب اہل سنت و جماعت کے مطابق کسی غیر نبی کو انبیاء میں سے کسی پر

فضیلت دینا کفر اور ائمہ اعلام کے اجماع کی رو سے دائرہ اسلام سے خروج ہے، چونکہ جواب میں اس شیعی مجتہد نے اس بات کا التزام کیا ہے لہٰذا ایسا اعتقاد رکھنے والا کافر ہے، ایسے کی اقتداء میں نماز فاسد اور ان سے مناکحت حرام ہے۔

جواب (۳)- تقیہ جو فریقین (شیعہ و سنی) کے درمیان متنازع ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمنان دین کے ضرر پر اپنے نفس کی حفاظت مقدم رکھنا، مگر شیعہ مجتہد نے اس کی مثال میں جو ہجرت کی حکایت اور غار ثور کا واقعہ پیش کیا ہے وہ محض مغالطہ ہے، بحث اس بات میں ہے کہ کافروں کے روبرو اقوال کاذبہ و باطلہ کا تکلم اور کتمان حق اللہ تعالیٰ کے حکم کے باوجود صرف وہم و گمان اور دشمنوں کی ایذا رسانی کے خوف سے باوجودے کہ حق سبحانہ کی جانب سے حمایت و اطمینان کا وعدہ ہے۔ تقیہ کا وہ معنی جو روافض کے مذہب کے مطابق ہے اس کی نسبت انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف کرنا کفر ہے، لہٰذا جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ کافر ہے۔

جواب (۴)- جناب خاتم النبیین ﷺ کے بعد آسمانی صحائف کا نازل ہونا اور وحی ربانی کا آنا روافض کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے اور یہ ائمہ دین کے اجماع کے مطابق یقیناً کفر ہے۔ رہا یہ کہ اس شیعہ مجتہد نے سائل کے سوال کے جواب میں وحی حقیقی کا انکار کیا ہے اور الہام اور وحی مجازی کو ثابت رکھا ہے اور اس کو ائمہ کرام کی عصمت کے اعتقاد کی جہت سے جائز رکھا ہے۔ پس اس کا حکم یہ ہے کہ غیر انبیاء علیہم اسلام کے لئے عصمت کا اثبات بدمذہبی اور گمراہی ہے اور بعض علماء نے ایسے شخص پر حکم کفر بھی لگایا ہے۔ بہر حال ایسے شخص کی اقتداء میں نماز فاسد اور مناکحت حرام ہے۔

جواب (۵)- مسئلہ بدء میں اگر چہ اس شیعہ مجتہد نے بدء کے اس معنی مشہور کا انکا کیا ہے جس کا التزام یقیناً کفر ہے، لیکن بدء کا دوسرا معنی اختیار کیا ہے مگر اس معنی کا اعتقاد بھی کفر ہے اور اس کا معتقد کافر ہے۔ اس لئے کہ جس طرح حق سبحانہ کی جانب پشیمانی کی نسبت کفر ہے۔ اسی طرح پہلے سے مصلحت کا علم نہ ہونے اور بعد میں اس مصلحت پر مطلع ہونے کی نسبت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا کفر ہے۔ لہٰذا ایسے اعتقاد والے کی اقتدا اور مناکحت کا وہی حکم ہے جو پیچھے مذکور ہوا۔

جواب (٦)- صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شرف صحبت نص قرآنی سے ثابت ہے اور قطعیات وضروریات دین سے ہے۔ اس کا منکر بہر حال کافر ہے، لیکن چونکہ یہ مجتہد جواب میں شرف صحبت سے انکار کی جرأت تو نہ کرسکا صرف تبرا پر اکتفا کیا لہٰذا اس مسئلہ میں حکم یہ ہے کہ صحابہ پر تبرا کرنے والوں پر فقہاء کرام نے حکم کفر لگایا ہے اور محققین ومتکلمین نے صرف مبتدع اور فاسق کہا ہے، بہر حال ایسا اعتقاد رکھنے والے کے پیچھے نماز اور اس سے نکاح حرام ہے (پہلے مذہب پر) یا مکروہ تحریمی ہے (دوسرے مذہب پر) جو کہ قریب بہ حرام ہے، ہاں البتہ دوسرا مذہب راجح ہے۔

جواب (٧)- اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن کریم از اول تا آخر اپنی تمام سورتوں، آیتوں، حروف اور الفاظ کے ساتھ متواتر ہے اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی حفاظت سے محفوظ ہے۔ سرور کائنات ﷺ کی حیات شریفہ میں جس قدر خود حق سبحانہ وتعالیٰ نے نسخ تلاوت اور محو واثبات فرمایا وہ سب آپ کی وفات شریف کے قریب محفوظ کرکے اتمام نعمت اور اکمال دین فرما دیا۔ اب اس کے بعد ہرگز کسی قسم کے تغیر وتبدیلی، کمی بیشی، تحریف و تصرف بشری کا امکان نہیں ہے، جناب سرور انس وجاں ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کریم میں تحریف وتصرف بشری اور کمی وزیادتی کا قائل بالاجماع کافر ہے، اس مجتہد نے جواب مذکور میں قرآن کریم میں وقوع تحریف کا صریح اقرار کیا ہے اور اس عقیدہ کا معتقد کافر محض ہے۔ پھر باوجودے کہ قرآن میں تحریف وتغیر کا اقرار کیا ہے مگر قرآن میں نقص (کمی) کے اثبات سے گریز کیا ہے مگر اس دھوکے سے حکم کفر سے نہیں بچ سکتا اور یہ جو اس نے دعویٰ کیا ہے کہ تحریف وتصرف پر فریقین کا اتفاق ہے، یہ محض مغالطہ اور عوام کو دھوکا دینا ہے، قرآن کریم کی تحریف کے سلسلہ میں اگرچہ اہل سنت کا مذہب معروف ومشہور ہے لیکن اس کے باوجود مجتہد مذکور کا اس کو نہ جاننا کوئی تعجب کی بات نہیں ہاں البتہ تعجب اس بات پر ہے کہ وہ خود اپنے اکابر کے اعتقادات سے ناواقف ہے۔

اس مسئلہ کی تفصیل اور جملہ شبہات کا دفع دیگر کتابوں میں موجود ہے، سائل کی خواہش کے مطابق اسی قدر پر اکتفا کیا جا رہا ہے، ایسے شخص کا حکم شرعی یہ ہے کہ عقیدہ تحریف

کے قائل کے ساتھ نکاح حرام اور اس کی اقتداء باطل محض ہے۔ ان مسائل کے دلائل میں سے بعض ہمارے رسالے ''ردروافض'' میں موجود ہیں جو طبع ہو چکا ہے۔

کتبہ الفقیر الحقیر
عبدالقادر محبّ رسول
ابن مولانا فضل رسول الحنفی القادری البدایونی

تصدیقات

(۱) الجواب صحیح : محبّ احمد قادری بدایونی
(۲) الجواب صحیح : فضل احمد قادری بدایونی
(۳) الجواب صحیح : محمد فصیح الدین عباسی
(۴) الجواب صحیح : محمد فضل مجید قادری
(۵) الجواب صحیح : علی احمد قادری بدایونی
(۶) الجواب صحیح : محمد جمیل الدین احمد قادری

مرتب (سید حسین حیدر مارہروی) عفی عنہ عرض کرتا ہے کہ آخری سوال جو اہل سنت کی اقتدا میں نماز اور ان سے نکاح کے متعلق تھا اس کے جواب میں شیعہ مجتہد نے عجیب وغریب تقریر تحریر کی ہے۔ جواب کے شروع میں صراحت کی ہے کہ اس جہاں میں اہل سنت کا حکم ہماری طرح ہے اس کے باوجود جواب کے آخر میں ''دروغ گورا حافظہ نباشد'' کے تحت لکھ دیا کہ اہل سنت کے پیچھے کوئی نماز جائز نہیں ہے اور نکاح کے بارے میں لکھا کہ اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے۔ ان دونوں باتوں میں جو اختلاف ہے وہ ظاہر ہے، جب اس دنیا میں ہر معاملہ میں اہل سنت کا حکم شیعوں کی طرح قرار دیا ہے تو اس تفریع کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے سوائے اس کے کہ شیعوں کی نسبت بھی اسی حکم کا اجراء کیا جائے۔

تنبیہ - اب جب کہ اس زمانے کے مجتہد کا حال ظاہر ہو گیا اور اس علاقے کے تمام روافض اسی کے مقلد ہیں لہٰذا تمام اہل سنت کی خدمت میں عرض ہے کہ روافض کے ساتھ رشتہ داری قائم کرنے اور نکاح کرنے سے باز آئیں اور رواج اور رشتہ داری پر شریعت کے حکم کو مقدم جانیں اور یہ مناکحت کہ جس سے حرمت لازم آتی ہے اس کو حرام سمجھیں اور اس معاملہ میں سستی اور لاپرواہی کو راہ نہ دیں کہ اس میں عظیم قباحت لازم ہے۔ ہندوستان میں پرانے زمانے سے جو اہل سنت اور روافض کے درمیان مناکحت کا رواج چلا آ رہا ہے اس پر قیاس کر کے اس دور میں مناکحت کو درست قرار نہ دیں۔ کیونکہ روافض کے عقائد اور نظریات میں تبدیلی اور انقلاب آفتاب سے زیادہ روشن ہے، ان کے متقدمین تحریف قرآن کے صراحۃً قائل تھے اور دوسرے عقائد کفریہ بھی رکھتے تھے، مگر ان کے متوسطین علماء نے اپنے عقائد میں قدرے اصلاح کی چنانچہ ابن بابویہ نے تحریف قرآن کا انکار کیا اور نصیر الدین طوسی نے خلفاء ثلاثہ کی تکفیر سے برأت ظاہر کی، علی ھٰذا القیاس دوسرے مسائل میں بھی بہت سے شیعہ علماء نے تنزل سے کام لیا، یہاں تک کہ بعض نے کہا کہ وہ صرف مسئلہ تفضیل میں اختلاف رکھتے ہیں باقی کسی اور مسئلہ میں نہیں، لہٰذا ہندوستان میں جب مذہب روافض آیا تو یہ وہی متوسطین علماء کا زمانہ تھا اور چونکہ ان کے عقائد کفریہ نہیں تھے، لہٰذا اس زمانے میں ان سے نکاح وغیرہ بھی حرام نہیں تھا، اسی وجہ سے گزشتہ زمانے میں ان سے رشتہ داری قائم ہونے اور نکاح وغیرہ کیے جانے کا معاملہ پیش آیا، حالانکہ بعد کے روافض جیسے آج کل کے مجتہدین وغیرہ نے پھر ان قدیم عقائد کفریہ کو معتبر ماننا شروع کر دیا اور اپنے متوسطین علما مثلاً ابن بابویہ اور نصیر الدین طوسی وغیرہ کی تحقیقات کو غلط بتانا شروع کر دیا، لہٰذا ایسی صورت میں ان سے رشتہ داری قائم کرنا اور نکاح کرنا صاف طور پر حرام وقبیح سے راضی ہونے کے مترادف ہے، اس مسئلہ میں جو کہ حلال وحرام کا معاملہ ہے احتیاط کرنا ضروریات اسلام سے ہے، محض رسم ورواج کی بنیاد پر حکم شریعت پر تعصب کی تہمت لگانا، دنیا وآخرت کا خوف نہ رکھنے اور اپنی اولاد کو خراب کرنے کے مترادف ہے۔

وما علینا الا البلاغ وآخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین.

☆☆☆

اظہار الحق

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا اسید الحق محمد عاصم قادری

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد ن المصطفیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین،

اما بعد

تمام اہل سنت و جماعت پر واضح ہو کہ گزشتہ ایام میں فرقۂ شیعہ نے تقیہ کرتے ہوئے تغیر زمان اور دیگر مصلحتوں کے پیش نظر اپنے مذہب میں ترمیم واصلاح کرلی تھی، اسی وجہ سے اہل سنت کے محققین علماء ان کی تکفیر کے قائل نہیں تھے، اور عام اہل سنت ان کے ساتھ رشتہ ازدواج اور دیگر اسلامی احکام برتتے تھے، لیکن اب پھر پہلے کی طرح یہ لوگ علی الاعلان ایسے عقائد کا اظہار کرتے ہیں جو مذہب اہل سنت کی رو سے اسلام کے منافی ہیں، لیکن عام اہل سنت ان کے گزشتہ حال سے دھوکا کھاتے ہوئے اب بھی ان سے شادی وغیرہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے، لہٰذا فقیر حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی نے یہ مختصر رسالہ ترتیب دیا جو دور حاضر کے ایک شیعہ مجتہد سے چند سوالات کے جواب پر مشتمل ہے، اور پھر ان جوابات پر اعتقاد رکھنے والے کا حکم علماء اہل سنت سے دریافت کیا ہے اور اس رسالہ کا نام اظہار الحق رکھا **اللّٰھم اھد بھا المسلمین** (اے اللہ تو اس رسالہ کے ذریعہ مسلمانوں کو ہدایت عطا فرما)۔

شیعہ مجتہد کا فتویٰ

سوال : مجتہدین دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ولی مصطفیٰ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کا مرتبہ ومقام سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے علاوہ تمام انبیاء سابقین علیہم السلام سے افضل ہے

یا نہیں بینوا و توجروا.

جواب : ہاں کیوں نہیں؟ یقیناً افضل ہے، واللہ یعلم۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ عثمان کے جمع کئے ہوئے کلام مجید میں تحریف ہوئی ہے یا نہیں؟ اس طور پر کہ قرآن میں سے جناب (علی مرتضیٰ) امیر علیہ السلام وغیرہ کی تعریفیں خارج کر دی گئی ہیں؟

جواب : یہ بات قطعی اور یقینی طور پر تو ثابت نہیں ہے مگر بہر حال اس کا احتمال ہے واللہ یعلم۔

سوال : مسئلہ بدا یعنی اللہ تعالیٰ کا (کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس پر) پشیمان ہونا صحیح ہے یا نہیں؟

جواب : بدأ کا واقع ہونا صحیح ہے، مگر ان معنوں میں نہیں جو مستفتی نے سمجھے ہیں بلکہ بدأ سے مراد اللہ تعالیٰ کا مصلحت و حکمت کی بنیاد پر اپنے کسی حکم کو بدلنا ہے، اس کی تفصیل رسالہ بدأ مصنفہ اخوند مجلسی اور دیگر کتب اصول میں دیکھنا چاہیے، واللہ یعلم

سوال : عائشہ پر جو الزام لگایا گیا تھا اس کا کیا معاملہ تھا؟ کیا درحقیقت عائشہ اس امر کی مرتکب ہوئی تھیں جو قذف کی وجہ سے مشہور ہوا تھا یا نہیں؟ سورۂ نور کی وہ آیات جو مخالفین عائشہ کی عصمت و برأت کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں وہ صحیح ہیں یا نہیں؟

جواب : عائشہ اس امر مذکور کے ارتکاب سے تو بری تھیں، جیسا کہ سورۂ نور کی آیتوں سے ظاہر ہے، لیکن نفاق باطنی جو اس سے بھی قبیح تر اور مہلک تر ہے سے ہرگز بری نہیں تھی، واللہ یعلم

الراقم الآثم

میر آغا عفی عنہ

علماے اہل سنت کا فتویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین کہ جو عقائد سابقہ جوابوں میں مذکور ہوئے ان پر اعتقاد رکھنے والا مسلمانوں میں داخل ہے یا نہیں؟ ایسے لوگوں سے نکاح، ان کی اقتداء اور ان کے ذبیحہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب (۱): پہلے سوال کے جواب میں مجتہدِ مذکور نے صراحتاً اس بات کا اقرار و التزام کیا کہ خاتم الخلفاء الراشدین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت تمام انبیاء سابقین پر ثابت ہے، جمہور اہل سنت کی تصریحات کے بموجب اس عقیدے سے کفر لازم آتا ہے، ایسا عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز باطل، ایسے سے نکاح کرنا ناجائز اور اس کا ذبیحہ مردار، اس عقیدے کی تفصیل حدیث، فقہ اور عقائد کی کتابوں میں دیکھنا چاہیے۔

الجواب (۲): دوسرے سوال کے جواب میں اگر چہ مجتہد نے قرآن مجید میں تحریف قطعی اور یقینی طور پر ثابت نہ ہونے کا اقرار کیا ہے، لیکن اس تحریف کا احتمال تسلیم کیا ہے، اہل سنت کے مذہب کے مطابق قرآن میں تحریف کے احتمال کو جائز ماننا بھی کفر ہے، جیسا کہ شفاء قاضی عیاض وغیرہ سے ظاہر ہے لہٰذا ایسے عقیدے کو ماننے والے کا وہی حکم ہے جو پہلے جواب میں مذکور ہوا۔

الجواب (۳): ہر چند کہ مجتہد کو بداء بمعنی پشیمانی جو کہ کفر صریح ہے سے حجاب ہے اس لئے اس کا انکار کر دیا اور بداء کا دوسرا معنی بیان کیا، لیکن بداء کا یہ معنی بھی کفر سے خالی نہیں ہے، چونکہ اس سے ظاہر و متبادر یہی ہے کہ اللہ کو اس مصلحت کی پہلے سے خبر نہ تھی، ورنہ بداء جو متنازع ہے اور نسخ جو متفق علیہ ہے دونوں میں کوئی فرق نہ رہ جاتا۔ خلاصہ یہ کہ عقیدۂ بداء کو ماننے والا کافر ہے خواہ بداء کا

معنی پشیمانی بتائے یا پھر بدأ کا مطلب یہ کہ اللہ کو پہلے سے اس مصلحت کا علم نہیں تھا۔ ایسا اعتقاد رکھنے والے کا حکم بھی وہی ہے جو سابق میں گزرا۔

الجواب (۴): چوتھے سوال کے جواب میں قذف سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی برأت کا قول کر کے صرف تبراء پر اکتفا کیا ہے۔ اس بارے میں اختلاف ہے محققین متکلمین کے نزدیک تبرا کرنے والے پر حکم کفر نہ لگائیں گے، مگر فقہاء متأخرین ایسے شخص پر حکم کفر جاری کرتے ہیں لہٰذا ایسے شخص سے مناکحت، اس کی اقتداء اور اس کا ذبیحہ پہلے مذہب (یعنی مذہب متکلمین) پر مکروہ تحریمی اور دوسرے مذہب (یعنی مذہب فقہاء متأخرین) کے مطابق حرام ہے۔

فقط کتبہ الفقیر الحقیر

عبد القادر محبّ رسول

ابن مولانا فضل رسول القادری البدایونی عفی عنہ

الجواب صحیح: نور احمد بدایونی

☆☆☆

تصحیح العقیدۃ فی باب امیر المعاویۃ

ترتیب

حضرت مولانا شاہ سید حسین حیدر حسینی مارہروی

ترجمہ

مولانا شاہ حسین گردیزی چشتی

پاکستان

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الکریم الوھاب. والصلوٰۃ والسلام علی من اوتی فصل الخطاب، سیدنا ومولانا محمد الشافع المشفع یوم الحساب وعلی آلہ خیر آل و صحابہ خیر اصحاب وعلی سائر الاولیاء والاحباب.

سبب تالیف

جناب رسالت مآب ﷺ کے تمام صحابہ کرام کی تعظیم وتکریم دین متین کے فرائض و واجبات سے ہے اور ان کے بارے میں خیر کے بغیر کف لسان شرع مبین کے لوازمات سے ہے کیونکہ صحابہ کرام کی فضیلت سرور انام ﷺ کی احادیث اور خداوند ذوالجلال کی کتاب کی آیات سے ثابت ہے وہ اخبار مورخین جو سوء اعتقاد کی بنیاد ہیں بعض جاہل راویوں اور لعین رافضیوں سے منقول ہیں جن کے باطل ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اس کے باوجود کچھ لوگ ایسے ہیں جو مذہب اہل سنت وجماعت کے اعتقاد کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کو بعض صحابہ کرام سے سوء عقیدت ہی نہیں بلکہ اُن کے بارے میں استخفاف واہانت آمیز کلمات استعمال کرتے ہیں اس لئے میں نے صرف دین کے درد اور محبت ایمانی کی بنا پر یہ مسئلہ علماء اہل سنت کی خدمت میں پیش کیا اور اُن سے جواب لے کر افادۂ عام کے لئے اسے طبع کرایا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو بہتر توفیق عطا فرمائے اور اس کار خیر کا ثواب اس فقیر حقیر کو عطا فرمائے (آمین) اور اس رسالے کا نام ”**تصحیح العقیدة فی باب امیر المعاویة**“ رکھتا ہوں اور ناظرین سے اُمید رکھتا ہوں کہ وہ دعائے خیر میں یاد رکھیں گے اور غلطی وخطا سے درگزر فرمائیں گے۔

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

فقط

فقیر سید حسین حیدر حسینی قادری برکاتی مارہروی

استفتاء

ســوال : جمہور محققین اہل سنت و جماعت کے مذہب مختار میں محاربین عہد خلافت جناب مرتضوی پر علی الاطلاق حکم کفر صحیح ہے یا نہیں؟

حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تعظیم وتکریم کرنا یعنی لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ان کے لئے لازم ہے یا طعن وتحقیر سے یاد کرنا اور کوئی شخص اِن حضرات کی تحقیر سے اہل سنت سے خارج ہوتا ہے یا نہیں؟

الجواب :

محــاربیــن کــے تیــن گــروہ - جمہور محققین اہل سنت کے مذہبِ مختار میں جیسا کہ عقائد، احادیث اور اصول کی کتب معتمدہ سے ثابت ہے خاتم الخلفاء الراشدین حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاربین کے تین گروہ تھے جو کہ اس فتنے میں شامل تھے ان میں سے کسی بھی گروہ کو کافر نہیں کہا جا سکتا۔ بہرحال ان تین گروہوں میں فرق یہ ہے کہ جنگ جمل کے محاربین کے سربراہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے جو کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں اور حضور علیہ السلام کی زوجۂ محبوبہ اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، ان کی غرض جدال وقتال نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے حال کی اصلاح پیشِ نظر تھی لیکن اچانک جنگ چھڑ گئی، ان تینوں حضرات کا رجوع معتمد روایات سے ثابت ہے باوجود اس کے کہ خطائے اجتہادی ایک ثواب کی مستوجب ہے پھر بھی ان حضرات نے رجوع کیا تو اب جب ان حضرات نے رجوع کر لیا تو ان پر لفظ باغی کا اطلاق حقیقتاً درست نہیں ہے۔ جنگ صفین کے محاربین کے سربراہ حضرت معاویہ اور عمرو بن عاص ہیں(۱)۔ یہ دونوں حضرات بھی صحابہ کرام میں سے ہیں یہ بھی اشتباہ میں پڑے اور اپنی غلطی سے بار بار قتل وقتال پر اصرار کرتے رہے اس گروہ نے بھی خطا اجتہاد کی وجہ سے کی لیکن ان کی خطا واجب الانکار ہے۔

۱۔ امام عسقلانی اسماء الرجال کی معتبر کتاب ہے تقریب التہذیب میں فرماتے ہیں ''عمرو بن عاص بن وائل مشہور صحابی ہیں۔ صلح حدیبیہ والے سال مسلمان ہوئے۔ دوبار مصر کے حاکم بنائے گئے، آپ ہی نے مصر فتح کیا اور وہیں انتقال فرمایا''۔

صحابہ پر لفظ باغی کا اطلاق : ان حضرات پر لفظ باغی کے اطلاق کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح قول یہی ہے کہ ان حضرات پر لفظ باغی کا اطلاق درست ہے لیکن جمہور اہل سنت کے مذہب میں ان کی تعظیم و تکریم شرف صحابیت کی وجہ سے ضروری و لازمی ہے اس لئے شرعاً وہ بغاوت و خطا جو عمداً واقع نہ ہوئی ہو فسق و عصیان کو مستلزم نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی **رُفع عن امتی الخطاء و النسیان** (میری اُمت سے خطا و نسیان کو اُٹھا لیا گیا ہے) اس پر شاہد ہے اور صحابہ کرام کی خطائیں معاف ہیں کیونکہ یہ حضرات نہ تو معصوم ہیں اور نہ ہی معذور بلکہ عنداللہ ماجور ہیں، اس خطا کی وجہ سے ان کی شان میں بے ادبی کرنا اور ان کی تعظیم و تکریم سے رُکنا اہل سنت سے خارج ہونا ہے اور مذہب اہل سنت میں یہ ہے کہ حضرت علی فرماتے ہیں کہ **اخوانا بغوا علینا** (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی) اس سے زیادہ طعن جناب مرتضوی پر طعن ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل احیاء العلوم، یواقیت، شرح فقہ اکبر، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، مجمع البحار، صواعق محرقہ اور شفا قاضی عیاض میں دیکھنا چاہیے۔

اور وہ جو متاخرین شیعہ و سنی کی بعض کتب مناظرہ میں آتا ہے ان کی بنا تاریخی واقعات اور مبہم و مجمل الفاظ ہیں جنھیں تسلیم و تنزل کے طور پر سلف کی تصریحات عقائد کے خلاف لکھا گیا ہے اور ان پر اعتقاد کا مدار نہیں ہے۔ جمہور محققین حضرات صوفیہ، محدثین، فقہا اور متکلمین کا مذہب مختار یہی ہے اور اس کا انکار کھلی گمراہی ہے۔

ائمہ دین کے اقوال : یہاں پر بعض ائمہ دین کے اقوال اختصار کے ساتھ نقل کئے جاتے ہیں امام عسقلانی تقریب التہذیب میں حضرت معاویہ پر کلام کرتے ہوئے حضرت ابوسفیان کے بارے میں فرماتے ہیں:

> **ابن صخر بن حرب بن امیة ابن عبدالشمس ابن عبد مناف الاموی ابو سفیان صحابی شهیر اسلم عام الفتح وفات سنة اثنین و ثلاثین.**
>
> ابوسفیان بن صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشمس بن عبد مناف الاموی ابو

سفیان مشہور صحابی ہیں، فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے۔ ۳۲ھ میں انتقال فرمایا۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاتبوں کے ذیل میں حضرت ابوسفیان کے متعلق فرماتے ہیں:

اسلم فی الفتح وکان من المؤلفة ثم حسن اسلامه وروىٰ عن النبی ﷺ وعنه ابنه معاوية وابن عباس

فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے پہلے مولفۃ القلوب میں سے تھے پھر بہترین مسلمان ہوگئے، احادیث رسول ﷺ کی روایت کرتے ہیں، اور آپ سے آپ کے بیٹے حضرت معاویہ اور حضرت ابن عباس نے روایت کی ہے۔

اور اسی میں ہے کہ:

معاوية بن ابی سفيان بن صخر بن حرب بن امية الاموی ابو عبدالرحمن الخليفة صحابی اسلم قبل الفتح وكتب الوحی ومات فی رجب سنة ستين وقد قارب الثمانين.

معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب بن امیۃ الاموی ابوعبدالرحمٰن الخلیفہ صحابی تھے۔ فتح مکہ والے سال مسلمان ہوئے، کاتبِ وحی بھی رہے۔ ۶۰ھ ماہ رجب میں انتقال فرمایا تقریباً اسّی سال عمر تھی۔

امام بخاری نے اپنی صحیح میں لکھا کہ:

عن ابن ابی مليكة قال اوترمعاوية رضی اللّٰه عنه بعد العشاء بركعة وعنده مولى لابن عباس فاتى ابن عباس فقال ای ابن عباس دعه فانه قد صحب رسول اللّٰه ﷺ.

حضرت ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت معاویہ نے عشاء کی نماز

> کے بعد ایک رکعت وتر پڑھی۔ آپ کے پاس ابن عباس کے ایک غلام بھی موجود تھے جب حضرت ابن عباس تشریف لائے تو اُنھوں نے یہ بات آپ سے بیان کی، اس پر حضرت ابن عباس نے فرمایا ''انھیں چھوڑ یئے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں''۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا **انه فقيه الحديث** (یہ حدیث کی سمجھ رکھنے والے ہیں) تو اب صحیح بخاری کی روایت سے حضرت عبداللہ ابن عباس کے ارشاد کے مطابق آپ کا صحابی وفقیہ ہونا اور آپ پر اعتراض سے رُکنا ثابت ہوگیا۔ حجۃ الاسلام امام محمد غزالی قدس سرہٗ جو علماء ظاہر و باطن کے امام ہیں اپنی کتاب احیاء العلوم میں جو کہ فنِ تصوف میں اپنی نظیر نہیں رکھتی فرماتے ہیں کہ:

> **اعتقاد اهل السنة تزكية جميع الصحابة والثناء عليهم كما اثنى اللّٰه سبحانه تعالىٰ ورسوله ﷺ وما جرىٰ بين معاوية وعلي كان مبنياً على الاجتهاد**
>
> اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ تمام صحابہ کو پاک سمجھنا اور اُن کی ایسی تعریف و توصیف کرنی جیسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان کی ہے اور جو کچھ حضرت معاویہ اور حضرت علی کے درمیان ہوا وہ اجتہاد پر مبنی تھا۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب ''الیواقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر'' میں مشائخ کرام کے عقائد حضرت شیخ اکبر کے کلام سے خصوصاً اور دیگر اکابر طریقت کے اقوال سے عموماً جمع کئے ہیں، آپ اس میں آپ فرماتے ہیں:

> **المبحث الحادي والاربعون في بيان وجوب الكف عما شجر بين الصحابة و وجوب اعتقاد انهم ما جورون وذلك لانهم كلهم عدول باتفاق اهل السنة سواء من لابس الفتن ومن لم يلابسها كل ذلك احساناً للظن بهم وحملهم في**

ذلک علی الاجتهاد فان تلک الامور مبناها علیه وکل مجتهد مصیب وان المصیب واحد والمخطی معذور ماجور قال ابن الانباری لیس المراد بعدالتهم ثبوت العصمة لهم وانما المراد قبول روایاتهم فی احکام دیننا من غیر تکلف بحث عن اثبات العدالة وطلب التزکیة ولم یثبت لناشی یقدح فی عدالتهم فنحن علی استصحاب ماکانوا علیه فی زمن رسول اللّٰه ﷺ حتی یثبت خلافه ولاالتفات الی ما یذکره بعض اهل السیر فان ذلک لایصح وان صح فله تاویل صحیح وکیف یجوز الطعن فی حملة دیننا فنحن لم یا تنا خبر عن نبینا ﷺ الا بواسطتهم فمن طعن فی الصحابة طعن فی نفس دینه فیجب سدالباب جملة لا بینهما الخوض فی معاویة وعمرو بن العاص و آخربها ولا یبتغی الاغترار بما نقله بعض الروافض من اهل البیت من کراهتهم فان مثل هذه المسئلة نزعها دقیق ولا یحکم فیها الا رسول اللّٰه ﷺ فانها مسئلة نزاع بین اولاده واصحابه رضی اللّٰه عنهم قال الکمال بن ابی شریف ولیس المراد بما شجر بین علی رضی اللّٰه تعالی عنه ومعاویة رضی اللّٰه عنه المنازعة فی الامارة کما توهمه بعضهم وانما المنازعة کانت بسبب تسلیم قتلة عثمان کان رای علی ان تاخیر تسلیمهم اصوب اذا المبادرة یؤدی الی اضطراب امرالامة وروای معاویة الی ان المبادرة للاقتصاص منهم اصوب فکل منهما مجتهد ماجور فهذا هوالمراد بما شجر بینهم .

اکتالیسویں بحث مشاجرات صحابہ میں خاموشی کے واجب ہونے کے بیان میں۔ اس بات کا اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ عنداللہ ماجور ہیں اور باتفاق اہل سنت تمام صحابہ عادل و منصف ہیں جو ان فتنوں میں شریک ہوئے یا کنارہ کش رہے اور ان کے تمام جھگڑوں کو اجتہاد پر محمول کیا جائے ورنہ ان کے بارے میں بُرے گمان کا حساب لیا جائے گا اس لئے کہ ان امور کا منشا ان حضرات پر عیب جوئی کرنا ہے اور یہ بات بھی ہے کہ ہر مجتہد مصیب دو اجر پائے گا اور مخطی معذور و ماجور ہوگا۔

ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی عدالت سے ان کی عصمت کا ثبوت مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ان کے اثبات عدالت اور تقویٰ و پرہیز گاری کی بحث کے تکلف میں پڑے بغیر اپنے دین کے سلسلے میں ان کی روایات کو قبول کرنا ہے، اگر کوئی ایسی چیز ہمارے علم میں آئے جس سے صحابہ کی عدالت پر عیب لگ رہا ہو تو ہمیں چاہیے کہ ہم ان کی صحبت رسول کو یاد کریں اور بعض سیرت نگاروں نے جو لکھا ہے وہ قابل التفات نہیں ہے، اس لئے کہ وہ روایات صحیح نہیں ہیں اور اگر صحیح بھی ہوں تو ان کی معقول تاویل بھی ہو سکتی ہے۔

یہ مقام غور ہے کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے دین کے حاملین (یعنی رسول اللہ ﷺ سے دین لے کر ہم تک پہچانے والوں) پر طعن کریں۔ ہمیں رسول اللہ سے جو کچھ بھی ملا ان کے واسطے اور ذریعے سے ملا تو جس نے صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی گویا کہ اُس نے خود اپنے دین پر طعن و تشنیع کی۔ صرف حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کے بارے میں زبان طعن و تشنیع دراز نہ کی جائے اور صحابہ کرام کی اہل بیت پر جو نکیر بعض روافض

سے منقول ہے اس کی طرف قطعاً توجہ نہ کی جائے کیونکہ ان حضرات کا یہ جھگڑا بڑا رقیق ہے اور یہ بھی ہے کہ یہ جھگڑا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد اور صحابہ کے مابین ہے اس لئے اس کا فیصلہ آپ ہی پر چھوڑ دیا جائے۔ علامہ کمال ابن ابی شریف فرماتے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مابین اختلاف کا مقصد حکومت وامارت کا استحقاق نہیں تھا بلکہ اختلافِ منازعت کا سبب قتل عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصاص کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قصاص میں تاخیر کو زیادہ مناسب سمجھتے تھے اور ان کا خیال تھا جلدی سے حکومت میں انتشار و اضطراب پڑے گا اور حضرت معاویہ قصاص میں تعجیل زیادہ مناسب سمجھتے تھے۔ دونوں مجتہد عنداللہ ماجور ومثاب ہیں۔ ان دونوں بزرگوں کا منشاء اختلاف یہی تھا

غوث اعظم سیدنا الشیخ عبدالقادر جیلانی غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں:

واما قتاله الطلحة والزبير وعائشة و معاوية رضوان اللّٰه تعالى عليهم اجمعين فقد نص الامام احمد رحمة اللّٰه تعالى عليه على الامساک عن ذلک وجميع ماشجر بينهم من منازعة ومنافرة و خصومة لان اللّٰه تعالیٰ يزيل ذلک من بينهم يوم القيامة كما قال عزمن قائل و نزعنا ما فى صدورهم من غل اخوانا على سررمتقابلين ولان عليا رضى اللّٰه عنه كان على الحق فى قتاله لانه كان يعتقد صحة امامته على مابينا من اتفاق اهل الحل والعقد من الصحابة رضى اللّٰه عنهم على امامته وخلافته فمن خرج عن ذلک وناصبهٖ حربا كان باغيا خارجاً على الامام فجاز قتاله ومن قاتله من

معاوية وطلحة والزبير رضی اللّٰہ عنهم طلبوا ثأر عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنه خليفة حق المقتول ظلماً والذين قتلوه كانوا فی عسكر علی رضی اللّٰہ عنه فكل ذهب الی تاويل صحيح فاحسن احوالنا الامساک فی ذلک وامرهم الی اللّٰہ عزوجل وهواحكم الحاكمين وخيرالفاصلين والاشتغال بعيوب انفسنا وتطهير قلوبنا من امهات الذنوب وظواهرنا من موبقات الامور واما خلافة معاوية بن ابی سفيان رضی اللّٰہ عنه فثابتة صحيحة بعد موت علی رضی اللّٰہ تعالی عنه وبعد خلع الحسن بن علی نفسه من الخلافة وتسليمها الی معاوية رضی اللّٰہ عنه لرای راه الحسن رضی اللّٰہ عنه ومصلحة عامة تحققت له وهی حقن دماء المسلمين وتحقيق لقول النبی ﷺ فی الحسن رضی اللّٰہ عنه ابنی هذا سيد يصلح اللّٰہ بين فئتين عظيمتين من المسلمين فوجبت امامته بعقد الحسن له فسمی عامه عام الجماعة لارتفاع الخلاف بين الجميع واتباع الكل لمعاوية لأنه لم يكن هناک منازع ثالث فی الخلافة وخلافة مذكورة فی قول النبی ﷺ وهو ماروی عن النبی ﷺ تدور رحی الاسلام خمساوثلثين سنة او ستا و ثلثين او سبعًا وثلاثين والمراد بالرحی فی هذا الحديث القوة فی الدين والخمس سنين الفاضلة عن الثلاثين فهو من جملة خلافة معاوية الی تمام تسعة عشرة سنة وشهور لان الثلاثين كملت لعلی رضی اللّٰہ عنه علی ما بينا.

امام احمد بن حنبل نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مابین جھگڑوں، نفرتوں اور دشمنی پر کف لسان کی تفصیل فرمائی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو ان باتوں سے قیامت کے دن پاک فرما دے گا جیسا کہ اس کا ارشاد گرامی ہے :**ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا علی سرر متقابلین** (اور جو کچھ ان کے دلوں میں کینہ ہوگا اُسے ہم دور کریں گے۔ بھائی بھائی کی طرح آمنے سامنے تختوں پر رہیں گے) اس جنگ میں حضرت علی حق پر تھے کیونکہ وہ خود اپنی امامت کی صحت کا اعتقاد رکھتے تھے اور ان کی خلافت و امامت پر صحابہ کرام میں اہل حل وعقد اتفاق فرما چکے تھے، اس کے بعد جس نے ان کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن سے اُتارا وہ باغی اور امام پر خروج کرنے والا تھا۔ اس صورت میں اس کا قتل جائز تھا اور جن حضرات مثلاً حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے جنگ کی وہ خلیفہ برحق حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قصاص طلب کر رہے تھے جن کو ظلماً قتل کیا گیا تھا جبکہ قاتل حضرت علی کے لشکر میں تھے۔ ان دونوں گروہ نے اپنی اپنی جگہ صحیح تاویل اختیار کی، ہمارے لئے اس معاملے میں سکوت سب سے بہتر ہے۔ ان حضرات کا معاملہ اللہ رب العزت کے سپرد ہے، وہ احکم الحاکمین اور بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے لئے عیوب سے نفس کی اور گناہوں سے دل کی تطہیر اور موبقات امور سے اپنے ظاہر کو پاک کرنے میں مشغول ہونا زیادہ بہتر ہے۔ اور رہی حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت تو وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات

اور حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونپ دینے کے بعد ثابت و درست ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ غور و فکر کے بعد مصلحت عامہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے خلافت حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سپرد کر کے مسلمانوں کو خوں ریزی سے بچا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشن گوئی پر پورے اُتر آئے کیونکہ آپ ﷺ کا فرمان تھا کہ ”میرا یہ بیٹا سردار ہے، اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی امامت واجب ہوگئی اور اس اتحاد و اتفاق والے سال کو ”عام الجماعت“ (اجتماع کا سال) کہا جانے لگا اس لئے کہ تمام لوگوں نے اختلاف ختم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور اس کے علاوہ کوئی تیسرا دعوے دار تھا بھی نہیں۔

خلافت کا ذکر احادیث مبارکہ میں بھی آتا ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اسلام کی چکی ۳۵ یا ۳۶ یا ۳۷ سال گھومے گی“ اس حدیث میں چکی سے مراد دین میں قوت ہے اور تیس سے پانچ سال اور اس کے انیس سال حضرت معاویہ کے دور خلافت میں شامل ہیں کیونکہ تیس سال تک حضرت علی کی خلافت رہی۔

اسی کتاب میں مزید فرماتے ہیں:

اتفق اهل السنة علی وجوب الکف فیما شجر بینهم والامساک عن مساویهم واظهار فضائلهم ومحاسنهم وتسلیم امرهم الی اللّٰہ عزوجل علی ماکان وجری اختلاف علی وطلحة والزبیر وعائشة ومعاویة رضوان اللّٰہ علیهم اجمعین علی ماقدمنا بیانه واعطاء کل ذی فضل فضله کما

قال اللّٰہ عزو جل والذین جاوامن بعدھم یقولون ربنااغفرلنا ولاخوانـنـا الـذیـن سبـقـونـا بـالایـمان ولا تجعل فی قلوبنا غلااللذین آمنوا ربنا انک رؤف رحیم و قال اللّٰہ تلک امۃ قد خلـت لھـا مـاکسبـت ولکم ماکسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون.

اہل سنت اس پر متفق ہیں کہ صحابہ کرام کے آپس کے اختلافات اوران کی برائی سے خاموشی اختیار کرنا ضروری ہے اور ان کے فضائل ومحاسن کا اظہار کرنا اور ان کے تمام معاملات جیسے بھی تھے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا ضروری ہے۔

حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عائشہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اختلافات کے بارے میں پہلے بیان ہو چکا ہے اور ہر صاحبِ فضل کو اس نے حصہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ قرآن پاک میں آتا ہے:

’’اور وہ لوگ جو ان کے بعد آئے یہ دعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہم کو بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دے، اے ہمارے رب تو بڑا شفیق ہے بڑا مہربان ہے‘‘۔

اور اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

’’یہ ایک جماعت جو گزر چکی ان کا کیا ان کے سامنے آئے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آئے گا اور جو کچھ وہ کرتے رہے ان کی پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی‘‘۔

غنیۃ الطالبین میں حضور غوث اعظم نے اس سلسلے میں متعدد احادیث نقل فرمائی ہیں یہاں ہم ان میں سے کچھ نقل کر رہے ہیں:

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا

اذا ذکر اصحابی فامسکوا

جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھو۔

اور ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

وایاکم وما شجر بین اصحابی فلو انفق احدکم مثل احد ذهباً مابلغ مد احدهم ولا نصفه.

میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف کے بارے میں خاموش رہو تم میں اگر کوئی اُحد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان جیسا ثواب نہیں پا سکتا بلکہ اس کا نصف ثواب بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مزید ارشاد فرمایا:

لا تسبوا اصحابی فمن سبهم فعلیه لعنة اللّٰه.

میرے صحابہ کو دشنام (گالی) نہ دو جس نے میرے صحابہ کو دشنام دی اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں:

طوبیٰ لمن رأنی ومن راٰی من راٰنی

اس آدمی کے لئے خوشخبری ہے جس نے مجھے دیکھا اور اس شخص کو دیکھا جس نے مجھے دیکھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

ان اللّٰه عزوجل اختارنی واختار لی اصحابی فجعلهم انصاری وجعلهم اصهاری وانه سیجي آخر الزمان قوم ینقصونهم الا فلا تواکلوهم الا فلا تشاربوهم الا فلا تناکحوهم الا فلا تصلوا معهم ولا تصلوا علیهم علیهم حلت اللعنة.

بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے لئے میرے صحابہ کو پس اُنھیں میرا مددگار اور رشتہ دار بنایا عنقریب آخری زمانے میں ایک قوم آئے گی جو ان حضرات کی تنقیص کرے گی۔ خبردار ان کے ساتھ کھانا پینا نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نکاح نہ کرنا، خبردار ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور نہ ان پر جنازہ پڑھنا، ان پر لعنت مسلط ہوگئی۔

حضرت جابر سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

لایدخل النار احد ممن بایع تحت الشجرة.

جن لوگوں نے (حدیبیہ کے مقام پر) درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

اطلع اللّٰہ علیٰ اهل بدر فقال اعملوا ماشئتم فقد غفرت لکم.

اللہ تعالیٰ اہل بدر پر متوجہ ہوا اور فرمایا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے اب جو چاہو کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

اصحابی کالنجوم فبایهم اِقتدیتم اهتدیتم.

میرے صحابہ ستاروں کی طرح ہیں تو تم نے ان میں سے جس کی بھی اقتدا کی ہدایت پاؤ گے۔

حضرت ابن بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

من مات من اصحابی بارضٍ جعل شفیعاً لاهل تلک الارض.

میرا جو صحابی جس علاقے میں انتقال کرے گا وہاں کے لوگوں کا شفیع ہوگا۔

حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جس نے اصحابِ رسول کی اہانت میں ایک کلمہ بھی کہا ہو وہ اہلِ ہوا میں شامل ہے۔

علامہ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ:

ومن توقيره ﷺ وبره توقير اصحابه وبرهم ومعرفة حقهم والاقتداء بهم وحسن الثناء عليهم والامساک عما شجر بينهم ومعاداة من عاداهم والاضراب عن اخبار المؤرخين وجهلة الرواة وضلال الشيعة والمنة عين الفادحة فى احد منهم وان يلمس لهم فيما نقل من مثل ذلک فيما کان بينهم من الفتن احسن التاويلات ويخرج اصوب المخارج انهم اهل لذلک ولا يذکر احد منهم بسوء ولا يغمض عليه امراً بل يذکر حسناتهم وفضائلهم وحميد سيدهم ويسکت عما وراء ذلک کما قال اذا ذکر اصحابى فامسکو.

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم وتکریم میں یہ بات بھی داخل ہے کہ آپ کے صحابہ کی تعظیم کی جائے ان کے ساتھ نیکی کی جائے ان کے حقوق کو پہچانا جائے اسی طرح ان کی اقتداء کرنی، عمدہ الفاظ میں تعریف وتوصیف کرنی اور ان کے آپس کے اختلافات سے کف لسان کرنا ان کے دشمنوں سے دشمنی کرنا، مورخین کے اقوال گمراہ شیعوں اور بدعتیوں کی بے سروپا روایتوں سے احتراز کرنا اور ان کے آپس کے جھگڑوں اور اختلاف کو اچھی تاویلات پر محمول کرنا اور وہ ان تمام باتوں کے اہل بھی ہیں۔ اسی طرح انھیں برائی سے یاد نہ کرے بلکہ ان کے حسنات اور فضائل بیان کرے اس کے علاوہ تمام باتوں سے خاموشی اختیار کرے جیسا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبانوں کو قابو میں رکھا کرو۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

قال رجل للمعافی ابن عمران ابن عمر بن عبدالعزیز عن معاویة فغضب وقال لایقاس باصحاب النبی ﷺ احد معاویة صاحبه وصهره وکابته وامته علی وحیه الخ

ایک آدمی نے حضرت معافی بن عمران بن عبدالعزیز کے سامنے حضرت معاویہ کے بارے میں کچھ بری بات کی تو وہ غصہ میں آ گئے اور فرمایا کہ رسول اللہ کے صحابہ کو کسی پر قیاس نہ کیا جائے۔ حضرت معاویہ صحابی ہیں رسول اللہ کے رشتہ دار ہیں کاتبِ رسول ہیں اور وحی کے امین ہیں۔

امام نووی شرح مسلم کتاب الزکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ:

الروایات صریحة فی ان علیا رضی اللّٰه عنه کان هو المصیب الحق والطائفة الاخری اصحاب معاویة کانوا بغاةً مناولین وفیه التصریح بان الطائفتین مومنون لا یخرجون بالقتال عن الایمان ولایفسقون وهذا مذهبنا ومذهب موافقینا.

اس بارے میں صریح روایات ہیں کہ حضرت علی حق وصواب پر تھے اور حضرت معاویہ کے گروہ نے ان سے بغاوت کی تھی اور اسی میں یہ تصریح بھی ہے کہ دونوں گروہ مومن ہیں اور اس جدال وقتال سے ایمان سے خارج نہیں ہوئے اور فاسق بھی نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا اور ہمارے اصحاب کا مذہب ہے۔

اسی شرح مسلم کی کتاب الفتن میں امام نووی فرماتے ہیں:

واعلم ان الدماء التی جرت بین الصحابة رضی اللّٰه عنهم لیست بداخلة فی هذا الوعید ومذهب اهل السنة والحق

احسان الظن بهم والامساک عما شجر بينهم وتاويل قتالهم وانهم مجتهدون متأولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا بل اعتقد كل فريق انه الحق ومخالفه باغ فوجبت عليه قتاله ليرجع الى امر اللّٰه وكان بعضهم مصيباً وبعضهم مخطياً معذوراً فى الخطاء لان اجتهاد المجتهد اذا اخطاء لا اثم عليه وكان على رضى اللّٰه عنه هو الحق المصيب فى تلک الحروب هذا مذهب اهل السنة.

جاننا چاہیے کہ وہ خوں ریزی جو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے مابین واقع ہوئی ہے وہ اس وعید میں داخل نہیں ہے اور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ حسن ظن رکھو، ان کے آپس کے اختلافات سے خاموشی اختیار کرو اور ان کے جدال وقتال کی تاویل یہ ہے کہ وہ مجتہد اور تاویل کرنے والے تھے۔ انھوں نے یہ اختلاف معصیت اور دنیا کی ہوا و حرص کے لئے نہیں کیا بلکہ ان دونوں گروہوں میں ہر ایک یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ وہ حق پر ہے اور اس کا مخالف غلطی پر ہے اس صورت میں قتال واجب تھا تا کہ مخالف گروہ کو اللہ کے راستے کی طرف واپس پھیر دیا جائے چنانچہ اس اجتہاد میں بعض مصیب اور بعض مخطی تھے لیکن معذور فی الخطا تھے اس لئے کہ مجتہد سے جب خطا ہو جائے تو اسے مجرم نہیں ٹھہرایا جاتا، ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ان جنگوں اور لڑائیوں میں حضرت علی کا اجتہاد مصیب اور درست تھا۔ اہل سنت کا مذہب یہی ہے۔

اسی طرح امام نووی حدیث پاک ’’**يا عمار تقتلک فئة الباغية**‘‘ (اے عمار تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) کے ضمن میں لکھتے ہیں کہ:

قال العلماء هذا الحديث حجة ظاهرة فى ان علياً كان محقا

مصیباً و الطائفة الاخری بغاة لکنهم مجتهدون فلا اثم علیهم لذلک کما قد مناه فی مواضع.

علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت علی کی اصابت اور حق پر ہونے اور دوسرے گروہ کے باغی ہونے پر واضح دلیل ہے چونکہ دوسرا گروہ بھی مجتہد تھا اس لئے ان پر کوئی گناہ نہیں ہے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے کئی مقامات پر وضاحت کی ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں توقیر صحابہ اور جاہل مؤرخین کی منقولہ روایات طعن وتشنیع سے عدم التفات کی وضاحت کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وما وقع بینهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاویلات وهو ان کلا اداه اجتهاده الی ان الحق ما فعله فتعین علیه وان کان اخطاء کمعاویة مع علی فانه مصیب باتفاق اهل الحق ومعاویة ماجور و ان اخطا.

ان حضرات کے مابین جو منازعات اور محاربات تھے ان کے محامل اور تاویلات ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر ایک نے اپنے اجتہاد کے تقاضے کو پورا کیا، اگرچہ اس میں غلطی بھی ہوئی جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا حالانکہ باتفاق اہل حق حضرت علی رضی اللہ عنہ حق پر تھے لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اپنی غلطی کے باوجود عنداللہ ماجور ہیں۔

علامہ زرقانی اسی شرح مواہب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خصائص کے بیان میں فرماتے ہیں:

منها ان اصحابه کله عدول بتعدیل اللّٰه تعالی وتعد یله علیه السلام لظواهر الکتاب نحو محمدرسول اللّٰه والذین معه

الآية، والسنة فتقبل رواياتهم كما نص عليه ابن الانبارى وغيره واشار اليه بقوله فلا يبحث عن عدالة احد منهم فى شهادة ولا رواية كما يبحث عن سائر الرواة وغيرهم لانهم خير الامة ومن طرء منهم قادح كسرقة وزنا عمل بمقتضاء ولكن لا يفسقون بما يفسق به غيرهم كما ذكره جلا المحلى فى شرح جمع الجوامع فتقبل رواياتهم وشهاداتهم ولو وقعت كبيرة من بعضهم اقيم حدها

تمام صحابہ تعدیل الٰہی اور تعدیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ عادل ہیں جس کا ثبوت ظواہر کتاب وسنت سے ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محمد رسول اللّٰه والذين معهٗ الاية، تو ان کی روایات قبول کی جائیں گی، علامہ ابن الانباری نے اس طرف اپنے اس قول میں اشارہ کیا ہے کہ دوسرے راویوں کی طرح ان کی شہادت اور روایت میں کسی کو بحث نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ خیر الامت ہیں اور جن حضرات سے چوری اور زنا ایسی غلطی سرزد ہوئی ہے اُسے اقتضاء بشری پر محمول کیا جائے گا اور جس عمل سے دوسروں کو فاسق کہا جاتا ہے اس عمل سے صحابہ کو فاسق نہیں کہا جا سکتا جیسا کہ علامہ جلال الدین محلی نے شرح جمع الجوامع میں لکھا ہے کہ ایسے افراد کی روایت اور شہادت قبول کی جائے گی، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر ان میں سے کسی سے گناہ کبیرہ سرزد ہوا تو اس پر حد لگے گی۔

دونوں گروہ مسلمان تھے - علامہ زرقانی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین صلح والی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ:

وفيه انه لم يخرج احد من الطائفتين فى تلك الفتنة بقول او عمل عن الاسلام اذ احدهما مصيبة والاخرى مخطئة وكل

منهما ماجور.

اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں کوئی ایک بھی نہ قولاً اور نہ فعلاً اسلام سے خارج ہوا۔ مگر ایک گروہ مصیب اور دوسرا مخطی تھا اور دونوں ہی اجر و ثواب کے مستحق ہیں۔

حضرت حسن کی دستبرداری کی اصل وجه - علامہ قسطلانی شرح بخاری باب علامات النبوۃ میں حدیث **ولعل الله يصلح به فئتين من المسلمين** (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے مسلمانوں کے دو گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا) کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ:

> **فئتين اى الطائفتين طائفة معاوية بن ابى سفيان وطائفة الحسن وكانت اربعين الفاً بايعوه على الموت وكان الحسن احق الناس لهذا الامر فدعاه ورعه الى ترك الملك رغبة فيما عندالله ولم يكن ذلك لعلة ولا لقلة وقوله من المسلمين دليل على انه لم يخرج احد من الطائفتين فى تلك الفتنة من قول او فعل عن الاسلام اذ احدى الطائفتين مصيبة والاخرىٰ مخطيئة ماجورة .**

فئتين سے مراد حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا گروہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گروہ ہے، جنھوں نے اُن کے ہاتھ پر مرنے کی بیعت کی ہوئی تھی ایسے لوگوں کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ خلافت کے سب لوگوں سے زیادہ حقدار حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ تھے لیکن اُن کے ورع وتقویٰ اور رغبت مع اللہ نے انھیں دنیاوی حکومت سے دور رکھا۔ آپ کی طرف سے صلح کی پیش کش کمزوری اور قلت لشکر کی وجہ سے نہیں تھی، حدیث پاک میں لفظ **المسلمین** اس بات کی دلیل ہے کہ اس فتنے میں شامل دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی قولاً اور فعلاً اسلام سے

خارج نہیں ہوا، ان دونوں میں سے ایک مصیب اور دوسرا مخطی ہے لیکن عنداللہ دونوں ماجور ومثاب ہیں۔

حضرت معاویہ کے لئے دعا- حدیث پاک میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاویہ کے لیے دعا کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ”اے اللہ تو ان کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا، اور ان کے ذریعے سے ہدایت دے، اس حدیث کی شرح کے ضمن میں ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

لا ارتیاب ان دعا النبی ﷺ مستجاب فمن کان ھٰذا حالہ کیف یرتاب فی حقہٖ.

بیشک نبی ﷺ کی دعا مستجاب ہے تو جس کی ایسی حالت ہے اس کے بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے۔

صحابی کا مرتبہ - یہی ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں دوسروں پر صحابہ کرام کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

سئل لابن المبارک ایھما افضل معاویۃ اوعمر بن عبدالعزیز فقال الغبار الذی دخل فی انف فرس معاویۃ مع النبی ﷺ خیر من مثل عمر بن عبدالعزیز کذا کذامرۃ.

اگر کوئی آدمی حضرت ابن مبارک سے حضرت معاویہ اور حضرت عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں سوال کرتا کہ ان میں سے کون افضل ہے تو آپ فرماتے حضور علیہ السلام کے ساتھ جاتے ہوئے حضرت معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں جو غبار داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے بہتر ہے۔

قطعیت اور ظنیت میں فرق - بحر المذاہب میں ہے کہ:

اجمع اھل السنۃ والجماعۃ علی وجوب تعظیم الصحابۃ والکف عن ذکرھم الا بخیر لما ورد من الآیات والاحادیث

فی فضائلهم ومناقبهم ووجوب الکف عن الطعن فیهم عموماً.

اہل سنت و جماعت کا تعظیم صحابہ کے وجوب، ان کی اچھی باتوں کے ذکر اور ناپسندیدہ باتوں سے خاموشی پر اجماع ہے اس لئے کہ آیات واحادیث ان کے فضائل ومناقب میں وارد ہیں ان حضرات کے بارے میں طعن و تشنیع سے زبان کوروکنا واجب ہے۔

وہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ جو عمومیت کے ساتھ صحابہ کی فضیلت میں تھیں لکھنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

وما نقله ارباب السیر فی بعضهم کمعاویة وعمروبن العاص ومغیرة بن شعبة وغیرهم رضی اللّٰہ عنهم یغمض عنه ولا یسمع اذ فضل صحبتهم مع النبی ﷺ قطعی وما نقل ظنی فلا یزاحم القطعی وایضاً فقد قال النبی ﷺ اذا ذکر اصحابی فامسکوا والواجب علی کل من سمع شیئاً من ذلک ان یلبث فیه ولا ینسبه الی احدهم لمجرد روایة فی کتاب او سماعة من شخص بل لابد ان یبحث عنه حتی یصح عنده نسبته الی احدهم فحینئذ الواجب ان یلتمس لهم احسن التاویلات اصوب المخارج اذهم اهل لذلک وما وقع بینهم من المنازعات والمحاربات فله محامل و تاویلات.

اربابِ سیر نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف نظر کرنی چاہیے اور ان کی باتوں پر توجہ نہیں دینی چاہیے اس لئے کہ ان کی فضیلتِ صحبت مع النبی ﷺ قطعی ہے اور ارباب سیر کے اقوال ظنی

ہیں اور جو چیز ظن سے منقول ہو وہ قطعی سے مزاحم نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ حضور علیہ السلام کا ارشاد ہے جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو اور جو آدمی بھی ان حضرات کے بارے میں کوئی اس قسم کی بات سنے تو اس پر واجب ہے کہ وہ اس میں غور کرے صرف کسی کتاب میں دیکھنے یا کسی شخص سے سننے سے ان کی طرف نسبت نہ کرے، غور و خوض کے بعد جب ایک چیز ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ اس کی اچھی تاویل کرے اور اُسے درست مخارج پر محمول کرے اس لیے کہ وہ اس (حسن ظن) کے اہل ہیں، اور ان کے درمیان جو اختلافات اور جنگیں واقع ہوئیں ان کی تاویلیں ہیں۔

خلافت میں اختلاف کے وقت خلیفہ کون تھا؟ - اسی طرح صاحب بحر المذاہب ائمہ دین کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

> **فتلخص ان معاوية رضى الله عنه لم يكن فى ايام على رضى الله عنه خليفة وانما كان خليفة حق و امام صدق بعد على رضى الله عنه عند تسليم الحسن رضى الله عنه امر الخلافة له وان هذا التسليم لم يكن اضطراريا بل اختيار يا وانه لم يستحق الشين والطعن ولا يباح له السب واللعن فاالطاعن فيه مطعون طاعن فى نفسه ودينه.**
>
> حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں خلیفہ نہیں تھے بلکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے امر خلافت ان کے سپرد کرنے کے بعد وہ خلیفہ برحق اور امام صادق مقرر ہوئے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت سے دستبردار ہونا اضطراری نہیں بلکہ اختیاری تھا۔ ان پر عیب جوئی اور طعنہ زنی سے باز رہنا

چاہیے اور دشنام طرازی سے احتراز کرنا چاہیے ان پر طعنہ زن خود مطعون ہے بلکہ وہ اپنے نفس اور دین پر طعنہ زنی کر رہا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں کہ:

ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة ان ماجرى بين على و معاوية من الحروب فلم يكن لمنازعة معاوية لعلى رضى الله عنه فى الخلافة للاجماع على حقيتها لعلى فلم تهيج الفتنة بسببها وانما هاجت بسبب ان معاوية ومن معه طلبوا من على تسليم قتلة عثمان رضى الله عنه اليهم لكون المعاوية ابن عمه فامتنع على ظنا منه ان تسليمهم اليه على الفور مع كثرة عشائر هم يؤدى الى اضطراب و تزلزل فى امر الخلافة.

یہ بات اہل سنت و جماعت کے اعتقاد میں شامل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو لڑائیاں ہوئی ہیں اس پر اجماع ہے کہ وہ استحقاقِ خلافت میں نہ تھیں اور جو فتنے برپا ہوئے ان کا سبب بھی یہ نہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ہونے کی حیثیت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قاتلین عثمان کو مانگتے تھے، حضرت علی انھیں سپرد کرنے سے یہ گمان کرتے ہوئے احتراز کر رہے تھے کہ ان قاتلین کے رشتہ داروں کی کثرت کی وجہ سے ان کی فوری سپردگی سے اختلاف پھیلے گا اور نظامِ حکومت تہ و بالا ہو کر رہ جائے گا۔

علامہ ابنِ حجر اسی صواعق محرقہ کے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ:

ومن اعتقاد اهل السنة والجماعة ايضاً ان معاوية رضى الله عنه لم يكن فى ايام على رضى الله عنه خليفة وغاية اجتهاده

انہ کان لہ اجر واحد واما علی رضی اللّٰہ عنہ فکان لہ اجران اجر علی اجتھادہ واجر علی اصابتہ بل عشرۃ اجور.

اہل سنت کے اعتقاد میں یہ بات بھی داخل ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلیفہ نہ تھے البتہ اُنھیں اپنے اجتہاد کا ایک اجر ضرور ملے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک اجر صرف اجتہاد پر اور دوسرا اجتہاد کے درست ہونے پر ملے گا بلکہ دس اجر ملیں گے۔

خلافت حضرت معاویہ - صحیح بخاری کی وہ حدیث جو پیچھے مذکور ہوئی جس میں حضور اکرم ﷺ نے امام حسن کے بارے میں فرمایا تھا کہ میرا یہ بیٹا سردار ہوگا، اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو گروہ ہوں کے درمیان صلح کروائے گا، اس حدیث کے تحت علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

فکان توجیہ ﷺ لوقوع الاصلاح بین الفئتین من المسلمین فیہ دلالۃ علی صحۃ مافعلہ الحسن رضی اللّٰہ عنہ وعلی انہ مختار فیہ وعلی ان تلک الفوائد الشرعیۃ وھی صحۃ خلافۃ معاویۃ فالحق ثبوت الخلافۃ لمعاویۃ من حینئذ وانہ بعد ذلک خلیفۃ حق وامام صدق کیف وقد اخرج الترمذی وحسنہ عن عبدالرحمن بن ابی عمیرۃ الصحابی عن النبی ﷺ انہ قال لمعاویۃ اللھم اجعلہ ھادیا مھدیا واخرج احمد فی مسندہ عن العرباض ابن ساریۃ سمعت رسول اللّٰہ ﷺ یقول اللھم علم معاویۃ الکتاب والحساب وقیہ العذاب فتأمل دعاء النبی ﷺ فی الحدیث الاول بان اللّٰہ یجعلہ ھادیا مھدیا الحدیث حسن فھو مما یحتج بہ علی فضل معاویۃ وانہ لا ذم یلحقہ بتلک الحروب لما علمت انھا کانت بغیۃ علی

اجتهاد لان المجتهد اذا اخطاء لايلام عليه ولا ذم يلحقه بسبب ذلک لانه معذور ولذاکتب له اجر و مما يدل بفضله ايضاً الدعاء له فی الحديث الثانی ولا شک ان دعاء ہ ﷺ مستجاب فعلمنا منه انه لاعقاب علی معاوية فيما فعل بل له الاجر کما تقرر وقد سمی النبی ﷺ فئة مسلمين فدل علی بقاء حرمة الاسلام وانهم فئتان علی حد سواء فلا فسق ولا نقض يلحق احد بهما لما قررناه وفئة معاوية وان کانت باغية لکنه بغی لافسق.

اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کا ذکر فرمایا اور یہ دلیل ہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی صلح کے درست ہونے کی دوسری بات یہ ہے کہ اس سے صلح کے بارے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا اختیار بھی ثابت ہوتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس سے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کا صحیح ہونا بھی ثابت ہوا۔ حق بات تو یہ ہے کہ اس صلح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت ثابت ہوگئی اور وہ اس کے بعد خلیفہ برحق اور امام صادق قرار پائے۔

امام ترمذی نے روایت کی ہے اور اس روایت کو حسن قرارا دیا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی عمیرہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا **اللّٰهم اجعلهٔ هاديا مهديا** (اے اللہ معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا) اور امام احمد اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتے ہوئے سنا کہ ”اے اللہ معاویہ کو کتاب

اور حساب کا علم عطا فرما اور اس کو عذاب سے بچا''.

پہلی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے یہ دعا فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہادی و مہدی بنائے یہ حدیث حسن ہے اور اسے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے مابین جو جنگیں ہوئیں ہیں ان میں آپ پر انگشت نمائی نہیں کی جا سکتی کیونکہ وہ جنگیں اجتہاد پر مبنی تھیں اور اگر مجتہد غلطی کرے تو اس کا عذر معقول ہونے کی وجہ سے اس کی ملامت اور مذمت نہیں کی جائے گی۔ اسی غلطی کی وجہ سے تو وہ ایک اجر کا مستحق ہو رہا ہے۔

دوسری حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ آپ کے لئے دعا فرما رہے ہیں اور دعاء رسول یقیناً مستجاب و مقبول ہے چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں کیا ہے اس پر انھیں اجر ملے گا۔ حدیث مذکورہ میں فئتین من المسلمین کا لفظ ہے جو ان کے اسلام کی بقا پر دلالت کر رہا ہے۔ دونوں گروہ علیحدگی میں برابر ہیں کسی کی تفسیق و تنقیص درست نہیں۔ اگرچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا گروہ باغی تھا لیکن اس کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔

علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں فرماتے ہیں:

واما ما یستبحه بعض المبتدعة من سبه و لعنه فله فيه اسوة ای اسوة بالشيخين و عثمان و اکثر الصحابة فلا يلتفت لذلک ولا يقول عليه فانه لم يصدر الا من قوم حمقاء جهلاء فلعنهم اللّٰه وخذ لهم اقبح اللعنة والخذلان واقام علی رؤسهم من سيوف اهل السنة ما وضح الدلائل والبرهان.

یہ جو بعض بدعتی لوگ کہتے ہیں کہ ''جس نے ان حضرات کو گالی دی اور ان پر

لعنت بھیجی اس کے لئے طریقہ ہے'' یعنی حضرات شیخین اور حضرت عثمان کا طریقہ ہے ان کے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ ایسی باتیں اکثر جہلا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ذلیل و رسوا ہوں اہل سنت کے واضح دلائل و براہین کی تلواریں ایسے لوگوں کے سروں پر لٹک رہی ہیں۔

خون بہا میں تاخیر کا سبب - علامہ ابن ہمام مسائرہ میں فرماتے ہیں:

وماجری بین معاوية وعلى رضى الله عنه كان مبنياً على الاجتهاد ولا منازعة من معاوية اذ ظن على رضى الله عنه ان تسليم قتلة عثمان مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر يؤدى الى اضطراب امر الامامة خصوصاً فى بدايتها و التاخير اصوب الى ان يتحققوا التمكن منه ويلتقطهم فان بعضهم عزم على الخروج علىّ وقتله لما نادى يوم الجمل بان يخرج عنه قتلة عثمان على ما نقل فى القصة من كلام الاشتر النخعى ان صح والله اعلم.

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی جنگ منازعت اور جھگڑے پر نہیں اجتہاد پر مبنی تھی۔ حضرت علی کا خیال تھا کہ قاتلان عثمان بڑے قبیلے والے ہیں اور فوج میں شامل ہو گئے ہیں اب اگر کوئی فوری کاروائی سامنے آتی ہے تو اس سے نظامِ خلافت درہم برہم ہو جائے گا اس لئے تاخیر زیادہ مناسب ہے یہاں تک کہ ان پر مکمل کنٹرول نہ ہو جائے کیونکہ اشتر نخعی سے یہ بات منقول ہے کہ جنگ جمل کے دن حضرت علی نے آواز دی کہ قاتلین عثمان ہم سے علیحدہ ہو جائیں تو ان لوگوں نے آپ پر بھی خروج اور قتل کی تدبیر سوچنی شروع کر دی۔

اختلافِ صحابہ - شرح عقائد نسفی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیان میں ہے کہ:

وما وقع من المخالفات والمحاربات لم يكن من نزاع فی خلافة بل عن خطاء فی الاجتهاد۔

ان میں جوجنگیں اور مخالفتیں ہوئیں وہ استحقاقِ خلافت میں نہیں تھیں بلکہ خطاء اجتہادی تھی۔

علامہ خیالی اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله بل عن خطاء فی الاجتهاد فان معاوية وحزا به بغوا عن طاعته مع اعترافهم بان افضل اهل زمانه وانه الاحق بالامامة بشبهة هی ترک القصاص عن قتلة عثمان رضی اللّٰه عنه۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے گروہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس اعتراف کے باوجود کہ وہ اہل زمانہ سے افضل اور امامت کے زیادہ حقدار ہیں قاتلین عثمان سے قصاص نہ لینے کے شبہ میں بغاوت کردی۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں:

لا تذکر الصحابة الابخیر یعنی وان صدرمن بعضهم بعض مافی صورة شر فانه اما کان عن اجتهاد اولم یکن علی وجه فساد من اصرار وعناد بل کان رجوعهم عنه الی خیر معاوینا علی حسن الظن بهم بقوله علیه السلام خیر القرون قرنی و بقوله علیه السلام اذا ذکر اصحابی فامسکوا ولذا ذهب جمهور العلماء الی ان الصحابة کلهم عدول قبل فتنة عثمان رضی اللّٰه عنه و علی رضی اللّٰه عنه وکذا بعدها ولقوله علیه السلام اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم رواه الدارمی وابن عدی وغیرهما قال ابن دقیق العید فی عقید ته مانقل فیما شجر بینهم واختلفوا فیه فمنه ماهو باطل

وكذب فلا يلتفت اليه وماكان صحيحا اولناه تاويلا حسنا لان الثناء عليهم من اللّٰه سابق ومانقل من الكلام اللاحق محتمل للتاويل والمشكوك والموهوم ولا يتبطل المحقق والعلوم.

صحابہ کا ذکر خیر ہی کرو، اگر ان میں کسی کی کچھ ایسی باتیں ہیں جو بظاہر شر نظر آتی ہیں تو وہ یا تو اجتہاد کی قبیل سے ہیں یا ایسی ہیں جن سے ان کا مقصد فساد وعناد نہیں بلکہ ان حضرات سے حسنِ ظن کی بنا پر خیر پر محمول کرنا چاہیے کیونکہ حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے کہ ''سب سے بہتر زمانہ میرا ہے'' اور مزید ارشاد فرمایا کہ ''جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو خاموش رہو'' اسی لئے جمہور علماء کا قول ہے کہ تمام صحابہ کرام قتلِ عثمان اور اختلافِ علی ومعاویہ کے پہلے بھی اور بعد بھی عادل ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جسے دارمی اور ابن عدی نے روایت کیا ہے کہ ''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں، تو ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت پا جاؤ گے'' علامہ ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ ''مشاجرات صحابہ میں دو قسم کی روایتیں منقول ہیں ایک باطل اور جھوٹ، یہ تو قابلِ اعتنا ہی نہیں اور دوسری صحیح روایتیں، ان کی اچھی اور مناسب تاویل کرنی چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ پہلے ان کی تعریف وتوصیف فرما چکا ہے اور بعد میں جو باتیں ان سے منسوب یا منقول ہیں وہ قابلِ تاویل ہیں اس لئے کہ محقق ومعلوم کو مشکوک وموہوم چیز باطل نہیں کرسکتی۔

ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

و اما ما وقع من امتناع جماعة من الصحابة عن نصرة على رضى اللّٰه عنه والخروج معه الى المحاربة ومن محاربة

طائفة منهم كما فی حرب الجمل والصفین فلا یدل علی عدم صحة خلافته ولا علی تضلیل مخالفیه فی ولایته اذ لم یکن ذلک عن نزاغ فی حقیة امارته بل کان عن خطاء فی اجتهاد هم حیث انکروا علیه ترک القوم من قتلة عثمان رضی اللّٰه عنه والمخطی فی الاجتهاد ولایضلل ولا یفسق علی ما علیه الاعتماد.

اور یہ جو بعض صحابہ حضرت علی کی مدد ونصرت سے باز رہے، اور کچھ نے ان کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے خروج کیا، جیسا کہ جنگ جمل وصفین میں ہوا تو اس چیز سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ نہ ہونا ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی مخالفین کی گمراہی ثابت ہوتی ہے کیونکہ اختلاف ونزاع آپ کی امارت وخلافت کے حق ہونے میں نہیں تھا بلکہ اختلاف قاتلانِ عثمان سے جلد یا بدیر بدلہ لینے میں تھا اس میں بھی اختلاف اجتہادی تھا لہٰذا معتمد قول کے مطابق اختلاف کرنے والوں کو نہ گمراہ کہا جایے گا نہ فاسق۔

اسی شرح فقہ اکبر میں ہے کہ:

وقد کان امر طلحة والزبیر خطاء غیر انهما فعلامافعلا عن اجتهاد وکان من اهل الاجتهاد فظاهر الدلائل توجب القصاص علی قتل العمد واستیصال شان من قصد دم امام المسلمین بالاراقة علی وجه الفساد فاما الوقوف علی الحاق التاویل الفاسد باالصحیح فی حق البال المواخذة فهو علم خفی فاز به علی کما ورد عن النبی ﷺ انه قال له انک تقاتل علی التاویل کما تقاتل علی التنزیل وقد ندما علی ما فعلا وکذا عائشة رضی اللّٰه عنها ندمت علی مافعلت

و کانت تبکی حتی تبل خمارها ثم کان معاویة رضی اللّٰہ عنه مخطئًا الا انه فعل مافعل عن تاویل فلم یصر به فاسقا واختلف اهل السنة والجماعة فی تسمیة باغیا فمنهم من امتنع من ذلک والصحیح قول من اطلق لقوله علیه السلام لعمار تقتلک الفئة الباغیة.

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ مجتہد تھے اور ان سے خطأ اجتہادی واقع ہوئی ہے کیونکہ ظاہری دلائل سے قتل عمد پر قصاص واجب ہے اس لئے کہ امام المسلمین کا خون فساد پھیلانے کے لئے بہایا گیا۔ صحیح سے تاویل فاسد کو ملایا گیا اور مواخذہ میں توقف علم خفی ہے جس پر حضرت علی کو دسترس حاصل تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ ’’تم سے تاویل پر جنگ کی جائے گی جیسا کہ تنزیل پر کی گئی ہے‘‘ چنانچہ بعد میں دونوں صحابی اپنے کئے پر نادم تھے اور حضرت عائشہ بھی پچھتاتی تھیں اور اتنا روتیں کہ دوپٹہ تر ہو جاتا، حضرت معاویہ بھی اگرچہ خاطی تھے مگر آپ نے جو کچھ کیا تاویل کی بنیاد پر کیا، لہٰذا اس سے آپ فاسق نہیں ہوئے، اہل سنت و جماعت نے انھیں باغی کہنے میں اختلاف کیا بعض نے اس سے روکا لیکن دوسرا گروہ رسول اللہ کی وہ حدیث پیش کرتا ہے جس میں آپ نے حضرت عمار ابن یاسر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ’’تمہیں ایک باغی گروہ قتل کرے گا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں:

ونکف عن ذکر الصحابۃ الا بخیر روش اہل السنّت و جماعت آنست کہ صحابہ رسول را بجز خیر یاد نمی کند ولعن وسب وشتم واعتراض وانکار بر ایشان نکند وبا ایشان براہ سوء ادب نروند از جہت نگاہداشت صحبت آنحضرت ﷺ

وورود فضائل ومناقب ایشان درآیات واحادیث عموماً

ہم صحابہ کا صرف ذکر خیر ہی کرتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کا طریقہ بھی یہی ہے کہ صحابہ کا ذکر خیر ہی کیا جائے۔ ان پر لعن طعن، تشنیع اور اعتراض و انکار نہ کیا جائے اور ان سے سوء ادبی نہ کی جائے، کیونکہ ان حضرات نے رسول اللہ کی صحبت پائی ہے اور ان کے فضائل و مناقب آیات و حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔

مزید فرماتے ہیں:

وازاں چہ از بعضی از ایشان مشاجرات ومحاربات وتقصیر در حفظ حقوق اہل بیت نبوی ورعایت ادب ایشان نقل کنند بعد از تسلیم صحت آن اخبار ازان اغماض ورزند وتغافل کنند وگفتہ ناگفتہ وشنیدہ ناشنیدہ انگارند زیراکہ صحبت ایشان باپیغمبر ﷺ یقینی است ونقلہائے دیگر ظنی وظن بایقین معارض نگردد و یقین بظن متروک نگردد وبالجملہ سرحد دارالسلام وسنہ بامعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ واشباہ وامثال ایشان است ہر کہ براہ اتباع مشائخ سنت وجماعت اود گو کہ زبان راازسب ولعن ایشان بربندد واگرچہ بجہت تصور بعضے امور کہ قدر مشترک از ان بسرحد تواتر رسیدہ است باطن راکدورتی وخاطر راوحشتی دست دہد باوجود او سلامت در اغماض وکف از ایشانست درآثار آمدہ است کہ در غزوہ صفین شخصے را از جانب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نزد حضرت امیر رضی اللہ عنہ اسیر کردہ آوردند یکے از حاضران برحال وی ترحم آورد وگفت سبحان اللہ من میدانم کہ وے مسلمان بود ومسلمان خوب بود حیف کہ آخر حال وے چنین شد حضرت امیر ولایت پناہ فرمودہ چہ گوئی کہ وی ہنوز مسلمان است وبالجملہ بے لعن در ایشان اگر مخالف دلیل قطعی باشد کفر است چنانچہ قذف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

معاذ اللہ من ذلک کہ طہارت ذیل وی از ان بنصوص قران ثابت است والا بدعت وفسق بود۔

بعض کی آپس میں مشاجرات ومحاربات اور اہل بیت رسول کے حقوق میں کوتاہی منقول ہے اس میں اول تو تحقیق وتفتیش کی جائے اگر ایسی کوئی چیز ثابت بھی ہو تو اُسے گفتہ نہ گفتہ اور شنیدہ نہ شنیدہ کر دیا جائے کیونکہ ان حضرات کی صحبت مع النبی یقینی ہے اور روایات ظنی۔ چنانچہ ظن یقین کا معارض نہیں اسی لئے ظن سے یقین متروک نہیں ہوتا۔ چنانچہ سرحد دارالسلام پر آباد حضرات میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور مغیرہ بن شعبہ وغیرہم کی کچھ باتیں ایسی ہیں جو حدتواتر کو پہنچی ہوئی ہیں جن سے باطن میں کدورت اور دل میں وحشت پیدا ہوتی ہے لیکن جو لوگ مشائخ اہل سنت وجماعت کے تابع ہیں اپنی زبانوں کو بند رکھتے ہیں اور ان حضرات کے بارے میں کوئی نازیبا کلمہ زبان پر نہیں لاتے۔ آثار میں ہے کہ جنگ صفین میں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر سے ایک گرفتار شدہ آدمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر کیا گیا۔ حاضرین میں سے ایک آدمی کو اس پر رحم آ گیا اور کہنے لگا سبحان اللہ میں تو انھیں بہت اچھا مسلمان سمجھتا تھا افسوس کہ آخر ان کی یہ حالت ہو گئی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا کہہ رہے ہو وہ تو اب بھی مسلمان ہیں۔ حضرات صحابہ کرام پر لعن وطعن اور دشنام طرازی اگر دلیل قطعی کے مخالف ہے تو کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر تہمت لگائی جائے **معاذ اللہ من ذلک** ان کی طہارت نصوص قرآنیہ سے ثابت ہے اور اگر دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو تو بدعت وفسق ہے۔

اسی میں آگے فرماتے ہیں:

وبعد از وی علی مرتضی خود متعین بود پس وے کرم اللہ وجہہ باجماع اہل حل وعقد خلیفہ برحق وامام مطلق شد ونزاعے وخلافے کہ از مخالفان در زمان خلافت وے بوجود آمد نہ در استحقاق خلافت وحق امامت بود بلکہ منشاء آن نفی وخروج و خطاء در اجتہاد کہ تعجیل عقوبت قاتلان عثمان باشد بود پس معاویۃ وعائشۃ برآن آمدند کہ زود عقوبت باید کرد علی وصحابہ دیگر بتاخیر آن رفتند۔

شہادت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ (حقدار ہونے کی بنا پر) خود بخود خلیفہ متعین ہوگئے آپ اہل حل وعقد کے اجماع سے خلیفہ برحق اور امام مطلق ہوئے اور مخالفین کی طرف سے جو نزاع آپ کے دورِ خلافت میں ہوا وہ استحقاق خلافت اور حق امامت میں نہیں تھا بلکہ اس بغاوت وخروج کا منشاء اجتہاد میں خطا تھی کہ حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ قاتلین عثمان کو فوری سزا دینے کے حق میں تھے، اور حضرت علی اور دیگر صحابہ اس میں تاخیر مناسب سمجھتے تھے۔

علامہ جمال الدین محدث روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی والآل والاصحاب میں فرماتے ہیں:

پوشیدہ نماند کہ مخالفت ومخاصمت کہ میان بعضے از صحابہ واقع شدہ نزد اہل سنت وجماعت محمول براین است کہ عن اجتہاد بود لاعن نفسانیت وہمہ آنہا قابل تاویلات ومحامل صحیحہ است وبر تقدیر تسلیم کہ بعضی از محمل قویم وتاویلے مستقیم نباشد گویم این مخالفات ومخاصمات منقولست از ایشان بطریق اخبار احاد واکثر آنہا اضعاف وجائزۃ الکذب است وصلاحیت معارضہ بآیات قرآنی واحادیث صحیحہ مشہورہ ندارد پس سزاوار آن است کہ بسبب آن اخبار جسارت بطعن اصحاب جناب نبوۃ مآب کہ آن طعن موجب جسارت است یوم یقوم الحساب نہ نمایند تا ابطال کتاب وسنۃ باخبار جائزۃ الکذب لازم نیاید واز تہدیدات ووعیدات کہ از صاحب

شرع بہ ثبوت پیوستہ پر حذر باشد۔

واضح ہو کہ بعض صحابہ کرام کی آپس میں مخالفت و مخاصمت اہل سنت کے نزدیک نفسانیت پر نہیں بلکہ اجتہاد پر محمول ہے۔ اس سلسلہ (مخالفت و مخاصمت) کی تمام روایات تاویلات محامل صحیحہ کے قابل ہیں۔ اگر چہ ان میں بعض روایات ایسی بھی ہیں جن کی کوئی مناسب تاویل نہیں کی جاسکتی لیکن میں کہتا ہوں اول تو یہ باتیں بطریق اخبار احاد منقول ہیں، دوم یہ کہ ان کے راوی اکثر ضعیف اور کذاب ہیں دونوں صورتوں میں یہ روایات آیاتِ قرآنی اور احادیث مشہورہ کے مقابل میں نہیں آسکتیں۔ اس صورت حال کے پیش نظر مناسب یہی ہے کہ ان اخبار و روایات کی بنا پر رسول اللہ ﷺ کے صحابۂ کرام پر طعن و تشنیع نہیں کرنی چاہیے کیونکہ ان حضرات پر طعن و تشنیع آخرت میں نقصان اور خسارہ کا سبب ہے اور اس طریقہ پر جھوٹوں کی خبروں سے کتاب و سنّت کا ابطال بھی لازم نہیں آئے گا۔ اس سلسلہ میں جو وعیدیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں ان کا خیال رکھنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے۔

علامہ ابوالفضل تورپشتی **المعتمد فی المنتقد** میں توقیر صحابۂ کرام کے بیان میں فرماتے ہیں کہ:

وانچہ مہم دین عموم مسلمانان است آنست کہ بنظر تعظیم بدیشان نگرند و ہیچ حال زبان طعن در ایشان دراز نکنند کہ رسول اللہ ﷺ امت را ازین فتنہ تحذیر کردہ است و گفتہ از خدا بترسید در حق اصحاب من پس از من ایشانرا نشانہ نکنید کہ بدان خدائے کہ در رائے جان محمد است ﷺ کہ اگر یکی از شما مثل کوہ احد زر خرچ کند یعنی در راہ خدا نیک مد طعامی کہ یکے از یشان خرچ کردہ باشد نرسد بہ نیمہ آن، و شیطان از طریق ہوا و تعصب مردم را تسویل کند کہ خصومت ایشان مع بعضے از صحابہ رسول اللہ ﷺ از بہر دین است چہ ایشان

بعد از رسول ﷺ سیرت بگردانیدند و با یکدگر منازعت گردیدنا بجائے رسید که خونہا ریختہ شد و این مسلمان که بدین فتنہ ہا مبتلا گشتہ است اول باید که بداند که از ایشان آدمیان بودند نہ ملائکہ نہ انبیا کہ معصوم اند بلکہ خطا بر ایشان روا بود اگرچہ خدا تعالی ایشاں را بشرف صحبت پیغمبر ﷺ گرامی کردہ بود بل یکے از ایشان چون در گناہے افتادے مصر نشدے وزود باحق گردیدے دبداند کہ مذہب اہل حق آنست کہ بندہ بگناہ کافر نشود و دلیل آن بعد ازین گفتہ شود و چون کافر نشود ضرورۃ مومن باشد و سب فساق اہل ایمان روا نیست فکیف صحابہ کہ باری تعالیٰ برعموم ایشان ثنا گفتہ است و رسول ﷺ بحفظ وحرمت ایشان وصیت فرمودہ واز دقیقہ در ایشان زجر بلیغ کردہ و گفتہ کہ از اصحاب من چیز ہا پیدا شود کہ ذکر آن نیکو نباشد شما بدان ایشان را بدی یاد مکنید کہ حق تعالیٰ ببرکت صحبت من آنہارا از ایشان درگزارند و در این باب احادیث بسیار است۔

تمام مسلمانوں کے لئے لازمی ہے کہ صحابۂ کرام کو بنظر تعظیم دیکھیں اور کسی حال میں بھی ان نفوس قدسیہ کے سلسلے میں زبان درازی نہ کریں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس فتنہ سے اُمت کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”میرے صحابہ کے بارے میں اللہ رب العزت سے ڈرو اور انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ، مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے اگر تم احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کرو تو بھی اس اجر وثواب کو نہیں پاؤ گے اور نہ اس کا آدھا جو میرے صحابہ کو حاصل ہے“ شیطان تعصب اور نفس پرستی سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتا رہتا ہے کہ صحابۂ کرام کی آپس کی مخالفت دین کی وجہ سے۔ رسول اللہ کے بعد ان کی سیرت میں تغیر آگیا تھا آپس میں جنگ کی، خوں ریزی کی، مسلمانوں کو فتنے میں مبتلا کیا۔

ان کے متعلق پہلے یہ بات ذہن میں راسخ کر لینی چاہیے کہ وہ بہر کیف آدمی تھے فرشتے نہ تھے اور منصبِ نبوت پر بھی فائز نہ تھے کہ گناہوں سے معصوم ہوتے ان سے خطا تو ہوسکتی ہے لیکن رسول اللہ کے شرف صحبت و مجلس کی وجہ سے اس پر اصرار ممکن نہیں جب کبھی ایسا موقع آیا تو حق بات کی وضاحت کے بعد فوراً حق کی طرف مائل ہو گئے اس بارے میں اہل حق کا مذہب بھی یہ ہے کہ بندہ صرف گناہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا (اس کی دلیل عنقریب آئے گی) اور اگر کافر نہیں ہوتا تو لازماً مومن ہوگا تو مومن فاسق کو بھی سب وشتم کرنا جائز نہیں۔ چہ جائے کہ صحابہ کرام کی برائی کی جائے جن کی اللہ تعالیٰ نے تعریف کی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی عزت وحرمت کی وصیت فرمائی ہے اور ان کی عیب جوئی پر سرزنش کی ہے اور فرمایا میرے صحابہ سے کچھ نامناسب چیزوں کا صدور ہوگا لیکن تم لوگ ان پر نکتہ چینی نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ میرے سبب ان کی اس قسم کی باتوں سے درگزر فرمائے گا۔

امام غزالی کا نقطۂ نظر - امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں اعتقاد کے بیان میں فرماتے ہیں:

> پس بآخر ہمہ رسول مارا ﷺ بخلق فرستادو نبوت وی بدرجہ کمال رسانید کہ ہیچ زیادت را بآن راہ نبو و باین است او را خاتم انبیا کرد کہ بعد از وی ہیچ پیغمبر نباشد وہمہ خلق را از جن وانس بمتابعت او فرمود و او راہمہ سید پیغمبران گردانید و یاران واصحاب او را بہترین یاران واصحاب دیگر پیغامبران کرد صلوۃ اللہ علیہم اجمعین۔
>
> اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے آخر میں ہمارے نبی ﷺ کو مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور مقامِ نبوت میں وہ کمال عطا فرمایا جس سے

زیادتی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا جن کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آ سکتا۔ تمام جنّ وانس کو آپ کی اطاعت ومطابعت کا حکم دیا گیا اور تمام نبیوں کا سردار بنایا گیا اور دوسرے انبیاء کرام کے صحابہ سے بہتر صحابہ عطا فرمائے گئے۔

عمر بن عبدالعزیز کا خواب - نیز امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں احوال مرد ماں کے بیان میں لکھتے ہیں کہ:

> عمر بن عبدالعزیز میگوید رسول ﷺ را بخواب دیدم با ابوبکر وعمر نشستہ چون باایشان نشستم ناگاہ علی ومعاویہ را بیاوردند ودرخانہ فرستادند ودربستند دروقت علی را دیدم کہ بیرون آمد وگفت قضیٰ لی و رب الکعبۃ یعنی کہ حق مرآ نہادند پس بزودی معاویہ بیرون آمد وگفت غفر لی ورب الکعبۃ مرا نیز عفو کردند وبیامرزیدند۔
>
> عمر بن عبدالعزیز نے فرمایا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں اس محفل میں حاضر ہی ہوا تھا کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں آئے اور ایک مکان میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا قضٰی لِیُ وَرَبِّ الکعبۃ (واللہ میرا حق ثابت ہوگیا) پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور فرمایا غُفِرَلِیُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃ (ربِّ کعبہ کی قسم مجھے معاف کر دیا گیا)۔

خلاصۂ کلام یہ کہ حضرت معاویہ رضی للہ عنہ بغاوت میں خطا پر ہونے کے باوجود معذور بلکہ جمہور اہل سنت کے نزدیک خطاء اجتہادی کی وجہ سے ماجور ومثاب ہیں۔ اس باب میں مورخین کی حکایتیں اور قصے بے سروپا ہیں، اگر ان چیزوں کو تسلیم بھی کر لیں تو بھی حضور علیہ السلام کی شرف محفل اور حضور علیہ السلام کے وعدہ کے مطابق صحابۂ کرام کی خطائیں بخشش شدہ اور مغفور ہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ - اگر کوئی یہ کہے کہ تحفۂ اثناعشریہ (تصنیف شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ) میں رافضیوں اور اہل سنت کے سلسلہ میں ایک سوال و جواب میں مذکور ہے:

> **سوال** : کہ جب آپ انھیں (حضرت معاویہ کو) باغی ومتغلب سمجھتے ہیں تو ان پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟
>
> **جواب** : اہل سنت و جماعت کے نزدیک مرتکب کبیرہ پر لعنت جائز نہیں اور باغی مرتکب کبیرہ ہے اس لئے اس پر لعنت جائز نہیں۔

اس جواب سے ظاہر ہے کہ شاہ صاحب حضرت معاویہ پر اگرچہ لعنت کو جائز نہیں سمجھتے مگر ان کو مرتکب کبیرہ ضرور سمجھتے ہیں، جب کہ آپ نے ثابت کیا کہ حضرت معاویہ سے خطاء اجتہادی ہوئی تھی۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ تحفۂ اثناعشریہ میں شاہ صاحب کا تخاطب فرقۂ مخالف سے ہے اس لئے اسے مبنی پر تنزل سمجھا جائے گا ورنہ اس جواب میں جمہور کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی کتاب ازالۃ الخفا کی مخالفت بھی لازم آئے گی۔ حالانکہ آپ تحفۂ اثناعشریہ میں اس کتاب کی تعریف کر چکے ہیں مثلاً شاہ ولی اللہ دہلوی اپنی کتاب **ازالۃ الخفا** میں فرماتے ہیں:

> حضرت معاویہ مجتہد مخطی ہیں اور شبہ سے تمسک کی وجہ سے معذور ہیں۔ اس پر قصہ اہل جمل کی طرح میزان شرع میں میں نے بہت واضح دلیل دی ہے۔

اور شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں جو قول نقل کیا ہے شاہ عبدالعزیز کا یہ جواب اس کے بھی مخالف ہے۔

مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی نے اپنے مکتوبات میں اس مسئلہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، مکتوبات جلد ۱ مکتوب نمبر ۲۵۱ میں جو کچھ آپ نے فرمایا ہے اس کی تلخیص ہم یہاں نقل کرتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

> رسول اللہ ﷺ کے تمام صحابہ بزرگ ہیں اور ان کا ذکر عزت واحترام سے

کرنا چاہیے۔ خطیب حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان **اللّٰہ اختارنی واختارلی اصحاب واختارنی منھم اصھاراً وانصاراً فمن حفظنی فیھم حفظہٗ اللّٰہ ومن اذانی فیھم اذاہ اللّٰہ** (بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے صحابہ کو پسند کیا انھیں میرے لئے مددگار اور رشتہ داری کے لئے پسند کیا جس نے ان کے بارے میں مجھے محفوظ رکھا اللہ تعالیٰ اُسے محفوظ رکھے گا اور جس نے ان کے بارے میں مجھے اذیت وتکلیف دی اللہ تعالیٰ اُسے اذیت وتکلیف دے گا)۔

اور طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **من سب اصحابی فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والنّاس اجمعین** (جس نے میرے صحابہ کو برا کہا اس پر اللہ تعالیٰ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے) ابن عدی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا **اِنَّ اَشْرَار اُمَّتِی اَجْرَاھُم عَلٰی اَصْحَابِیْ** (میری امت کے شریر لوگ وہ ہیں جو میرے صحابہ پر جرأت کریں گے) ان حضرات کے اختلاف کو اچھی چیز پر محمول کرنا چاہیے اور ہوا وہوس پر قیاس نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان حضرات کے اختلاف اجتہاد اور تاویل پر مبنی ہیں اور جمہور اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے۔

آگے مزید فرماتے ہیں:

یہ بات پیش نظر رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مقابلہ ومقاتلہ کرنے والے خطا پر تھے اور حق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا چونکہ یہ خطا اجتہادی تھی اس لئے ان حضرات کو ملامت اور ان سے مواخذہ نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ شارح مواقف نے آمدی سے نقل کیا ہے کہ اختلاف جمل اور صفین اجتہاد پر مبنی تھا۔ شیخ ابوشکور سالمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ ''اہل

سنت و جماعت اس پر متفق ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور ان کے معاونین خطا پر تھے لیکن یہ خطا خطاء اجتہادی تھی''۔ شیخ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں کہ ''اہل سنت کے معتقدات میں یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف اجتہاد پر مبنی تھا اور جو شارح مواقف نے لکھا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب کا قول ہے کہ ''یہ اختلاف اجتہاد پر مبنی نہیں تھا''۔ اس قول میں کون سے اصحاب مراد ہیں (ان کی وضاحت نہیں ہے) اہل سنت کا قول گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں اور علماء اُمت کی کتابیں اس خطا کے خطاء اجتہادی ہونے پر شاہد ہیں، جیسا کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور قاضی ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صراحت کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لڑنے والوں کی تضلیل وتفسیق جائز نہیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ ''جو شخص صحابہؑ رسول مثلاً حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت معاویہ اور حضرت عمرو ابن عاص میں سے کسی ایک پر سب وشتم کرے یا ان کی تضلیل وتکفیر کرے تو اُسے قتل کر دیا جائے اور اگر ائمہ کرام پر سب وشتم کرے تو اُسے سخت ترین سزا دی جائے۔ حضرت علی اور حضرت معاویہ کی طرف سے لڑنے والوں کی تکفیر جائز نہیں جیسا کہ خوارج نے کی اور اسی طرح ان کی تفسیق بھی جائز نہیں جیسا کہ بعض نے کہا ہے اور شارح مواقف نے کہا ہے کہ صحابہ نے ان حضرات کی طرف فسق کی نسبت کی ہے، یہ کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ حضرت عائشہ، حضرت طلحہ، حضرتِ زبیر اور دیگر بے شمار صحابہ کرام اس میں شریک تھے بلکہ حضرت زبیر اور حضرت طلحہ جنگ جمل میں شہید ہوئے جبکہ حضرت معاویہ کا واقعہ جس میں انھوں نے تین ہزار لشکر کے ساتھ خروج کیا (اور معرکہ صفین برپا ہوا) بہت بعد کا ہے، ان

حضرات کو فاسق کہنے کی جرأت وہی کرسکتا ہے جس کے دل میں مرض اور باطن میں خبث ہو۔

> حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بعض علمانے جو لفظ **جور** استعمال کیا ہے اور کہا ہے **کان اماماً جائراً** اس سے مراد وہ جور نہیں جس کا معنی فسق وضلالت ہے بلکہ اس سے مراد حضرت علی کی موجودگی میں خلافت کا عدم تحقق ہے اور یہ قول مذہب اہل سنت کے مطابق ہے۔ ارباب استقامت خلاف مقصود الفاظ کے استعمال سے اجتناب کرتے ہیں اور خطأ اجتہادی سے زیادہ کچھ نہیں کہتے۔ اس سے زیادہ الفاظ جائز بھی کیسے ہوسکتے ہیں کیونکہ امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں لکھتے ہیں **قدصح انہٗ کان اماماً عادلاً فی حقوق اللّٰہ سبحانہٗ وفی حقوق المسلمین** بیشک وہ حقوق الٰہی اور حقوق مسلمین میں امام عادل تھے۔ (ترجمہ ملخصاً)

مولانا جامی پر اعتراض - حضرت شیخ احمد سرہندی اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

> مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمہ اس خطا کو خطاء منکر سمجھتے ہیں۔ حقیقتاً یہ زیادتی ہے بلکہ خطا پر اضافہ زیادتی ہے اور اس کے بعد مولانا جامی کا یہ فرمانا کہ ’’او مستحق لعنت است‘‘ (یعنی وہ لعنت کے مستحق ہیں) بالکل نامناسب ہے اس مقام میں نہ کوئی اشتباہ ہے اور نہ ہی یہ تردید کی جگہ ہے۔ اگر یزید کے بارے میں لکھتے تو اس میں گنجائش تھی لیکن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسا قول نامناسب ہے۔ ثقہ اسناد سے حدیث میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا ’’اے اللہ انہیں کتاب وحکمت اور حساب کا علم عطا فرما اور عذاب سے محفوظ رکھ، ایک دوسری روایت میں آپ نے

فرمایا ''اے اللہ انھیں ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والا بنا''، آپ ﷺ کی دعا یقیناً مقبول ومنظور بارگاہ خداوندی ہے۔ اصل میں اس مقام پر مولانا جامی سے سہو ونسیان ہو گیا ہے اور وہیں مولانا جامی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا نام لینے کی بجائے ''آن صحابی دیگر'' (وہ دوسرے صحابی) کے الفاظ استعمال کئے یہ بھی مولانا کی ناخوشی پر دلالت کر رہے ہیں رَبَّـنَـا لَا تُوَاخِذْنَا اِنْ نَسِیْنَا. (ترجمہ ملخصاً)

امام شعبی پر اعتراض کا جواب - آگے فرماتے ہیں:

حضرت امام شعبی سے جو کچھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی مذمت میں منقول ہے اس کے بارے میں حق بات تو یہ ہے کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف فسق کی نسبت کبھی نہیں کی اور وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہمیشہ اس سے بالاتر سمجھتے رہے۔

ہمارے امام حضرت ابو حنیفہ چونکہ امام شعبی کے شاگرد ہیں اس لئے ہمارے لئے ضروری و لازمی تھا کہ ہم بر تقدیر صدق اس روایت کا ذکر کرتے۔ امام شعبی کے معاصر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو تابعی اور اَعْلم علماء مدینہ ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن عاص پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے ہیں۔ اگر یہ حضرات ایسے ہوتے تو امام مالک کیسے ان پر سب وشتم کرنے والے کو واجب القتل سمجھتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ اسے کبائر میں شمار کرتے تھے ورنہ حکم قتل نہ لگاتے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی برائی کو حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی برائی کی طرح تصور کرتے تھے چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کسی مذمت و ملامت کے مستحق نہیں ہیں۔ (ترجمہ ملخصاً)

حضرت معاویہ پر تنقید زندیقوں کا کام ہے - اس سلسلہ میں مجدد الف ثانی لکھتے ہیں:

> اے برادر! حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اس میدان میں اکیلے نہیں بلکہ کم و بیش نصف صحابہ کرام آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ چنانچہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو اگر کافر و فاسق کہا جائے تو دین متین کے اس حصے سے دستبردار ہونا پڑے گا جو ان حضرات کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ اس کو صرف زندیق ہی جائز قرار دے سکتے ہیں جن کا مقصد دین مبین کا ابطال ہوتا ہے۔
>
> اے برادر! اس فتنہ کا منشا قاتلین عثمان سے قصاص لینا تھا۔ سب سے پہلے مدینہ منورہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ میدان میں آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان حضرات کی موافقت و معاونت کی۔ جنگ جمل حضرت علی اور ان حضرات کے مابین ہوئی اور تیرہ ہزار آدمی شہید ہوئے۔ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر جو کہ عشرۂ مبشرہ میں سے تھے اسی جنگ میں شہید ہوئے۔ اس جنگ کا سبب قاتلین عثمان سے قصاص میں تاخیر کرنا تھا۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اس گروہ میں شامل ہو گئے اور معرکہ صفین برپا ہوا۔
>
> حضرت امام غزالی نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ یہ اختلاف حق خلافت میں نہیں تھا بلکہ حضرت علی سے مطالبۂ قصاص تھا۔ امام ابن حجر مکی نے بھی اس قول کو اہل سنت کے معتقدات میں شمار کیا ہے۔

حضرت شیخ ابوالشکور سالمی نے مندرجہ بالا قول سے اختلاف کیا ہے، مجدد صاحب نے ان کی عبارت نقل کی ہے، شیخ ابوالشکور سالمی فرماتے ہیں:

> حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اختلاف مسئلہ

> خلافت میں تھا کیونکہ حضور علیہ السلام نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا اذا ملکت النّاس فارفق بھم. (جب تو لوگوں پر حاکم ہو جائے تو نرمی سے پیش آنا) ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں اسی وقت سے خلافت کی امید پیدا ہوگئی تھی لیکن اس اجتہاد میں خطا وار تھے اور حضرت علی حق پر تھے کیونکہ ان کی خلافت کا وقت حضرت علی کے بعد تھا۔

امام غزالی اور ابوشکور سالمی کے ان دونوں مختلف اقوال میں تطبیق دیتے ہوئے حضرت شیخ احمد سرہندی فرماتے ہیں:

> ان دونوں اقوال میں تطابق وتوافق اس طرح ہوگا کہ ابتدا میں منشاء اختلاف تاخیر قصاص تھا۔ بعدازیں خلافت کی امید پیدا ہوئی (اور خلافت کے حصول میں جنگ ہونے لگی) بہرصورت یہ اجتہادی مسئلہ تھا اگر خطا وار ہیں تو ایک درجہ ثواب اور اگر حق پر ہیں تو دو درجے ثواب بلکہ دس درجے ثواب ملے گا۔

مشاجراتِ صحابہ میں سکوت کا حکم - مشاجرات صحابہ میں سکوت کا حکم کرتے ہوئے مجدد صاحب اسی مکتوب میں آگے فرماتے ہیں:

> اے برادر! اس سلسلے میں سب سے اچھی چیز یہی ہے کہ مشاجرات صحابہ میں سکوت اختیار کیا جائے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے آپس کے اختلاف میں پڑنے سے منع فرمایا ہے۔ حدیث میں ہے کہ اِیَّاکُم وَمَا شَجَرَ بَیۡنَ اَصۡحَابِیۡ (میرے صحابہ کے آپس کے اختلاف میں خاموش رہو) اور فرمایا "جب میرے صحابہ کا ذکر ہو تو زبان قابو میں رکھو"۔ فرمایا "میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بناؤ"۔ امام شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اور یہی بات حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منقول ہے کہ "اس خون سے اللہ نے ہمارے ہاتھوں کو پاک رکھا تو ہماری زبانوں کو بھی (ان حضرات کی بدگوئی) سے پاک رہنا چاہیے"، اِس عبارت سے یہ مفہوم

ہو رہا ہے کہ ہمیں ان کی خطا کو زبان پر نہیں لانا چاہیے اور ان کا ذکر ہمیشہ اچھائی سے کرنا چاہیے۔

لعنتِ یزید - اسی مکتوب میں لعنت یزید کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

البتہ یزید فاسقوں کے گروہ میں شامل ہے اس کی لعنت میں توقف اور سکوت اس لئے ہے کہ اہل سنت و جماعت کے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ شخص معین اگر چہ کافر ہی کیوں نہ ہو اس پر لعنت جائز نہیں اِلّا یہ کہ اس کے خاتمہ بالکفر کا یقین ہو جیسا کہ ابولہب اور اس کی بیوی ہیں۔ اہل سنت کے سکوت کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ وہ مستحق لعنت نہیں بلکہ اس کا ملعون ہونا آیۃ کریمہ **ان الذین یوذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ** (بیشک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے ہیں ان پر اللہ کی لعنت ہے) سے ثابت ہے۔

آخری گذارش - مکتوب کا اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اس دور میں اکثر لوگوں نے خلافت و امامت میں بحث شروع کی ہوئی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مخالفت کو اپنا نصب العین بنایا ہوا ہے۔ جہلا مؤرخین اور مردگانِ اہل بدعت کی تقلید میں صحابہ کرام کو نازیبا الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ان نفوسِ قدسیہ کی طرف نامناسب باتیں منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ میں نے عوام کی ضرورت اور خیر خواہی کے پیش نظر اپنے علم کے مطابق جو کچھ جانتا تھا سپرد قرطاس کر کے دوستوں اور عزیزوں کو ارسال کیا کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا **اذا ظھرت الفتن اوقال البدع و سبت اصحابی فلیظھر العالم علمہ فمن لم یفعل ذلک فعلیہ لعنۃ اللّٰہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللّٰہ حرفا ولا عدلا۔** (جب فتنے ظاہر ہوں یا بدعت کا رواج ہونے لگے اور میرے صحابہ پر دشنام طرازی ہونے لگے پس عالم کو چاہیے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی

> لعنت سے نہ ان کے نوافل اور نہ فرض قبول کئے جائیں گے) چنانچہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات کو مدار اعتقاد بنانا چاہیے اور زید وعمرو کی باتوں پر کان نہیں دھرنا چاہیے۔ من گھڑت افسانوں کو مدار اعتقاد بنانا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے صرف گروہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے جس پر نجات کا مدار ہے اس کے علاوہ امید نجات کہیں بھی وابستہ نہیں کی جاسکتی۔
>
> **والسلام علیکم وعلی سائر من اتبع الهدیٰ والتزم متابعة المصطفیٰ علیه وعلیٰ آله الصلوٰة والسلام.** (ترجمہ ملخصاً)

سردست اپنے ائمہ کرام کی کتابوں کے حوالوں سے یہ مختصر رسالہ پیش کر رہا ہوں اگرچہ اس کے علاوہ دوسری عبارتیں بھی ہیں لیکن ہم نے اپنے ائمہ کرام کی عبارات کو کافی سمجھتے ہوئے دوسری عبارتوں کا تذکرہ نہیں کیا۔

یہ پوری بحث جنگ جمل وصفین کے شرکا کے بارے میں ہے جن کے سربراہ حضرات صحابہ کرام تھے لیکن جنگ نہروان کے شرکاء جو کہ محققین کے قول کے مطابق نہ صحابہ کرام تھے اور نہ وہ مجتہد تھے بایں ہمہ حضرت علی کے لشکر سے علیحدہ ہو لئے اور خوامخواہ آپ کی تکفیر کی ایسے لوگ فاسق ہیں البتہ ان کے کفر میں اختلاف ہے تاہم عدم تکفیر کا قول راجح ہے۔ صحیح روایات کے مطابق خود حضرت علی نے ان کی تکفیر سے انکار کیا ہے جیسا کہ امام قسطلانی نے ارشاد الساری شرح بخاری، امام نووی نے شرح صحیح مسلم، ملاعلی قاری نے مرقات شرح مشکوٰۃ، اور امام ابن ہمام نے فتح القدیر میں اور دوسرے علماء نے اپنی اپنی کتابوں میں اس بات کی تحقیق کی ہے ہم نے بخوف طوالت ان کتابوں کی عبارتیں نقل نہیں کی ہیں۔ مزید تحقیق کے طالب ان کتابوں کی طرف رجوع کریں۔

فقط

عبدالقادر محبّ رسول

ابن مولانا فضل رسول قادری بدایونی کان اللہ لہما

تصدیقات علماء بدایوں

(۱) الجواب صحیح : نور احمد قادری

(۲) صح الجواب : محمد سراج الحق عفی عنہ

(۳) ماحررہ المجیب المصیب فھو مقرون بالصواب : محمد فصیح الدین قادری

(۴) جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا. العبد المھین محمد جمیل الدین احمد قادری

(۵) اصاب المجیب : محبّ احمد قادری

(۶) الجواب صحیح : محمد فضل المجید القادری

(۷) الجواب صحیح : محمد سدید الدین احمد

مکتوب بنام تاج الفحول از حافظ غلام حسین گلشن آبادی

حافظ غلام حسین گلشن آبادی نے حضرت تاج الفحول کی خدمت میں ایک طویل خط بعض مسائل کے متعلق لکھا تھا۔ حضرت تاج الفحول نے خط کا جواب تحریر کیا۔ بعد میں یہ خط وکتابت حافظ صاحب مذکور نے اپنی کتاب ''تنبیہ ملحدین اشرار'' (مطبع گلزار حسنی بمبئی ۷۷-۱۸۷۶ء) میں شائع کردی۔ موضوع کی مناسبت سے اس خط کا سوال و جواب والا حصہ شائع کیا جارہا ہے۔ باقی خط بخوفِ طوالت حذف کردیا گیا ہے۔ (اسید الحق)

سوال اوّل : جو شخص باوجود کلمہ گوئی اسلام اور صلوٰۃ اِلی الکعبہ کے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو حضرات انبیا کرام مثلاً حضرت ابراہیم یا حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام پر مرتبہ تقرب باطنی وکرامت اخروی میں عنداللہ تفضیل دے اس کا کیا حکم ہے؟

سوال دوم : حضرت شیخین کی تفضیل حضرت علی پر حق ہے یا بالعکس اور تفضیل شیخین سے کیا مراد ہے؟ زیادت تقرب الٰہی و مرتبہ اخروی ہے یا زیادت دنیوی و تقدم فی الخلافت وبس؟

سوال سوم : خوارج کے کفر میں اہل سنت کا اختلاف ہے یا وہ بالاجماع کافر ہیں؟

سوال چہارم : روافض تبرائی اور خوارج کا ایک حکم ہے یا ان دونوں فرقوں میں کچھ فرق ہے؟ جو شخص خوارج کو کافر و مرتد کہے مگر روافض تبرائی کو کافر و مرتد نہ جانے اور مصاہرت ان سے جائز بتائے وہ کیسا ہے؟

سوال پنجم : یزید کے بارے میں اہل سنت کا کیا مذہب ہے؟ اس پر لعنت کرنے کا کیا حکم ہے؟

مکتوب گرامی حضرت تاج الفحول

مولوی صاحب، کرم فرمائے غائبانہ زادِ لطفہم، بعد سلام آپ کے سوالات کا جواب مطابق اپنے عقیدے کے جو موافق سلف صالحین کے ہے لکھتا ہوں:

الجواب - اوّل: تفضیل دینے والا حضرت علی کرم اللہ وجہ کو کسی نبی پر حضرات انبیاء کرام سے گو کلمۂ شہادت پڑھے اور نماز ہمارے قبلہ کی طرف پڑھا کرے وہ قطعاً کافر و مرتد ہے کیونکہ افضلیت نبی غیر نبی سے ضروریات دین سید المرسلین میں داخل ہے۔

دوم: تفضیل شیخین کی حضرت جناب مرتضوی اور جملہ اہل بیت و صحابہ و تمام امت پر حق ہے جو اس کا منکر ہے وہ گمراہ ہے اور مراد تفضیل سے اکرمیت عند اللہ و زیادت تقرب باطن و کثرت ثواب اخروی میں ہے نہ صرف امور دنیویہ مثل منصب خلافت و حکومت کے۔

سوم: خوارج کے کفر میں اختلاف ہے۔ اکثر متقدمین کے نزدیک کافر نہیں ہیں اور اکثر متاخرین کے نزدیک کافر ہیں۔ پس خوارج کو مسلمان کہنے والے جو ایک گروہِ ائمہ دین سے ہیں ان کو گمراہ اور دشمنِ اہل بیت کہنا رفض و شیعیت ہے۔

چہارم: جن علماء کے نزدیک خوارج کافر ہیں ان کے نزدیک رافضی تبرائی بھی کافر ہیں اور اسی پر فتویٰ ہے متاخرین محققین کا پس جو خوارج کو تو کافر مانے اور روافض کو کافر نہ کہے اور ان سے مصاہرت و مناکحت جائز بتائے وہ بیشک رافضی ہے کہ تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں ہے اگر بغض و لعن و تکفیر اہل بیت کفر ہے تو بغض و لعن و تکفیر شیخین بھی کفر ہے۔ اس میں فرق نہ کرے گا مگر وہ شخص جو ظاہر میں سنی اور باطن میں رافضی ہے۔

پنجم: یزید کے بارے میں اکابر اہل سنت کا اختلاف ہے۔ محققین اہل حق کے نزدیک حکمِ کفر ثابت نہیں اور لعنت ممنوع محتاطین کے نزدیک احوط و اسلم توقف ہے اور یہی میرے نزدیک بہتر ہے اور جو شخص جواز لعنت و حکم کفر کو اجماعی اہلِ حق کا ٹھہراتا ہے اور ائمہ مانعین و متوقفین کو دشمنِ اہل بیت کرام کہتا ہے وہ رافضی ہے۔

فقط

فقیر عبد القادر

بسلسلۂ جشنِ زرّیں

مطبوعات تاج الفحول اکیڈمی بدایوں

۱۔ احقاق حق (فارسی)

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی   ترجمہ وتخریج، تحقیق: مولانا اسید الحق قادری

۲۔ عقیدۂ شفاعت کتاب وسنت کی روشنی میں

سیدنا شاہ فضل رسول قادری بدایونی   تسہیل وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۳۔ سنت مصافحہ (عربی)

تاج الفحول مولانا شاہ عبد القادر قادری بدایونی   ترجمہ وتخریج: مولانا اسید الحق قادری

۴۔ الکلام السدید (عربی)

تاج الفحول مولانا عبد القادر قادری بدایونی   ترجمہ: مولانا اسید الحق قادری

۵۔ طوالع الانوار (تذکرۂ فضل رسول)

مولانا انوار الحق عثمانی بدایونی   تسہیل وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۶۔ مردے سنتے ہیں

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی،   ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۷۔ مضامین شہید

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی   ترتیب وتخریج: صاحبزادہ مولانا عطیف قادری بدایونی

۸۔ ملت اسلامیہ کا ماضی حال مستقبل

مولانا عبد القیوم شہید قادری بدایونی   ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۹۔ عرس کی شرعی حیثیت

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی   ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۰۔ فلاح دارین

مولانا عبد الماجد قادری بدایونی،   ترتیب وتخریج: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۱۔ خطبات صدارت

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی   ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۲۔ مثنوی غوثیہ

عاشق الرسول مولانا عبد القدیر قادری بدایونی   ترتیب وتقدیم: مولانا اسید الحق قادری

۱۳۔ **عقائد اہل سنت**

مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی　　تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۴۔ **دعوت عمل** مولانا محمد عبدالحامد قادری بدایونی

۱۵۔ **احکام قبور**

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی　　تخریج وتحقیق: مولانا دلشاد احمد قادری

۱۶۔ **ریاض القرأت**

مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی　　ترتیب: قاری شان رضا قادری

۱۷۔ **تذکار محبوب**

(تذکرۂ عاشق الرسول مولانا عبدالقدیر قادری بدایونی)

مولانا عبدالرحیم قادری بدایونی

۱۸۔ **مدینے میں** (مجموعۂ کلام) تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۱۹۔ **مولانا فیض احمد بدایونی**

پروفیسر محمد ایوب قادری، 　　تقدیم وترتیب: مولانا اسید الحق قادری

۲۰۔ **قرآن کریم کی سائنسی تفسیر** ایک تنقیدی مطالعہ مولانا اسید الحق قادری

۲۱۔ **حدیث افتراق امت** تحقیقی مطالعہ کی روشنی میں مولانا اسید الحق قادری

۲۲۔ **احادیث قدسیہ** 　　مولانا اسید الحق قادری

۲۳۔ **تذکرۂ ماجد** 　　مولانا اسید الحق قادری

۲۴۔ **عقیدۂ شفاعت** (ہندی) 　　سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۵۔ **عقیدۂ شفاعت** (گجراتی) 　　سیدنا شاہ فضل رسول قادری

۲۶۔ **دعوتِ عمل** (گجراتی) 　　مولانا عبدالحامد قادری بدایونی

۲۷۔ **احکام قبور** (تمل) 　　مفتی محمد ابراہیم قادری بدایونی

۲۸۔ **معراجِ تخیل** (ہندی) (مجموعۂ نعت ومناقب)

تاجدارِ اہل سنت حضرت شیخ عبدالحمید محمد سالم قادری بدایونی

۲۹۔ **مولانا فیض احمد بدایونی اور جنگ آزادی** ۱۸۵۷ء (ہندی)

محمد تنویر خان قادری بدایونی

۳۰۔ **سیرت مصطفیٰ** (ﷺ) **کی جھلکیاں** (ہندی) محمد تنویر خان قادری بدایونی